

(25)

## ♦ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہانی ♦

کئی سال پہلے بن اسرائیل کے ایک گاؤں میں ایک نبی پیدا ہوا جس کا نام عیسیٰ تھا۔ وہ مریم کا بیٹا تھا۔ عیسیٰ کی پیدائش ایک مجھزہ تھی کیونکہ ان کا کوئی باپ نہیں تھا۔ خدا نے انہیں مجزانہ طور پر پیدا کیا۔ عیسیٰ کی کہانی ہمیں سمجھاتی ہے کہ خدا کی طاقت کی کوئی حد نہیں ہے، اور یہ کہ لوگوں کو اس کی راہ پر بلا یا جانا چاہئے۔

عیسیٰ کی ماں مریم ایک مقدس عورت تھیں۔ وہ بیت المقدس کی عبادت گاہ میں رہتی تھیں اور اللہ کی عبادت کیا کرتی تھیں۔ ایک دن فرشتہ جبریل ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا:

"اے مریم! خدا تھے ایک پیٹا دے گا۔ اس کا نام عیسیٰ ہو گا، اور وہ ایک نبی ہو گا۔"

مریم حیران رہ گئیں۔ انہوں نے کہا:

"میرا کوئی شوہر نہیں ہے۔"

فرشتہ نے کہا:

"اللہ کے لیے سب کچھ ممکن ہے۔ وہ فرماتا ہے 'ہو جا'، تو وہ ہو جاتا ہے۔"

مریم نے خدا پر بھروسہ کیا۔

عیسیٰ کھجور کے درخت کے نیچے پیدا ہوئے تھے۔ جب مریم اپنے گاؤں واپس آئیں تو لوگوں نے

ان سے پوچھا:

"مریم! یہ بچہ کہاں سے آیا ہے؟"

پھر بچہ عیسیٰ بولے۔ انہوں نے کہا:

"میں خدا کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ میں لوگوں کو اس کا راستہ دکھائیں گا۔"

لوگ حیران رہ گئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ عیسیٰ خدا کا خاص نبی ہے۔

عیسیٰ ایک نبی کے طور پر بڑے ہوئے۔ خدا نے انہیں بہت سی مجرموں کا طاقتیں عطا کیں۔ وہ مٹی سے پرندے بناتے تھے، اور اللہ کے حکم سے وہ زندہ ہو کر اڑ جاتے تھے۔ انہوں نے انہوں کی بینائی بحال کی، کوڑھیوں کو شفا بخشی اور بیہاں تک کہ مر نے والوں کو بھی زندہ کیا۔ وہ کہتے تھے:

"میں یہ سب خدا کے حکم سے کرتا ہوں۔ وہ واحد خدا ہے۔"

عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے کہا کرتے تھے:

"اے میری قوم! اللہ کی اطاعت کرو۔ اس سے توبہ کرو۔"

لیکن بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ عیسیٰ کو اپنا شمن سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ عیسیٰ ایک جادو گر ہے۔ وہ ہمارے مذہب کو تباہ کر رہا ہے۔ ان کے رہنمادوںی عکسرانوں کے پاس گئے اور عیسیٰ کے خلاف شکایت کی۔ انہوں نے کہا:

"عیسیٰ کو قتل کر دو۔"

رومی عیسیٰ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن خدا نے عیسیٰ کو چالیا۔ اللہ نے اپنی حکمت سے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔ دشمنوں نے سوچا کہ انہوں نے عیسیٰ کو مار دیا ہے، لیکن وہ قتل نہیں کیے گئے تھے۔

عیسیٰ نے اپنے حواریوں سے کہا کہ لوگوں کو اللہ کی راہ کی طرف بلاو۔

"میں واپس آؤں گا۔"

ان کے حواریوں نے ان کی اطاعت کی اور اللہ کے دین کو پھیلا یا۔ عیسیٰ کی کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ خدا کی طاقت ہر چیز سے بالاتر ہے۔ وہ پاک، مہربان اور خدا کے پیارے نبی تھے۔ قرآن میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت بیان ہوئی ہے، اور احادیث میں ان کے دو بارہ نزول کا ذکر ہے۔ وہ زمین پر امن قائم کریں گے۔

### اشارہ:

- قرآن کریم : سورہ مریم، آیات 36–16
- قرآن کریم : سورہ آل عمران، آیات 45–59
- حدیث : صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3448
- سیرت : ابن کثیر، *قصص الانبیاء*، ص 325–330

1. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا کیا نام تھا؟
2. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کیسے ایک مجرہ تھی؟
3. حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں کیا کہا جب لوگوں نے مریم سے سوال کیا؟
4. حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے کیا چیز بن کر زندہ کرتے تھے؟
5. اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں سے کیسے بچایا؟
6. حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو کیا حکم دیا؟

(26)

## ✿ غزوہ بدر کی درست شدہ کہانی ✿

کئی سال پہلے مدینہ منورہ کے قریب بدر نامی مقام پر ایک بڑی جنگ ہوئی تھی جسے غزوہ بدر کہا جاتا ہے۔ یہ اسلام کی پہلی فیصلہ کرنے والی جنگ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ میں مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ خدا پر بھروسہ کرنا تھوڑی سی طاقت کے ساتھ بھی عظیم فتوحات کا باعث بن سکتا ہے۔

دوسرے سال ہجری میں قریش مکہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان مدینہ میں امن سے رہیں۔ ایک دفعہ قریش کا ایک بڑا تجارتی قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا۔ قافلے کا سردار ابوسفیان تھا، جو شام سے تجارتی سامان لے کر مکہ واپس آ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ یہ قافلہ قریش کی معیشت کا ہم ذریعہ ہے، جو مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔ وہ قافلے کو روکنے کے لیے 313 ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔

لیکن جب ابوسفیان کو یہ خبر ملی تو اس نے قافلے کا رخ بدل دیا۔ اس نے مکہ میں پیغام بھیجا۔ قریش مکہ انتقام کے جذبے سے بھر گئے۔ انہوں نے تقریباً 1000 سپاہیوں کے ساتھ بدر کی طرف مارچ کیا۔ ان کا سردار ابو جہل تھا جو مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ جب مسلمانوں نے سنا کہ قریش آ رہے ہیں تو وہ فکر مند ہوئے۔ ان کے پاس صرف 313 آدمی تھے اور ان کے پاس بھتھیاروں کی کمی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس پر بھروسہ کرو۔"

مسلمانوں نے بدر میں ڈیرے ڈال لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کی:

"اے اللہ! ہماری مدد فرم۔ تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں۔"

رات کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو گھری نیند دی تاکہ وہ آرام کر سکیں۔ صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی۔ قریش کا شکر بہت بڑا تھا، ان کے پاس گھوڑے، تلواریں اور اسلحہ تھا۔ مسلمانوں کے پاس صرف ہمت اور ایمان تھا۔

جنگ کے آغاز میں بعض صحابہ نے قریش سے اکیلے ہی جنگ کی۔ حضرت علیؓ، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ پھر ساری فوج جنگ میں لگ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے بھیجے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کے لیے تین ہزار، پھر پانچ ہزار فرشتے بھیجے۔ مسلمانوں نے بہادری سے جنگ لڑی۔ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے قریش کے عظیم جنگجوؤں کو شکست دی۔ ابو جہل بھی قتل کر دیا گیا۔

قریش ڈر گئے اور بھاگ گئے۔ مسلمان جیت گئے۔ ان میں سے صرف 14 شہید ہوئے جبکہ قریش میں سے 70 مارے گئے۔ مسلمانوں کو قریش کے بہت سے ہتھیار اور وسائل ملے۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

"یہ اللہ کی فتح ہے۔ اس نے ہماری مدد کی۔"

غزوہ بدر اسلام کے لیے ایک عظیم فتح تھی۔ اس سے مسلمانوں کی قوت اور ایمان میں اضافہ ہوا۔

غزوہ بدر ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اللہ پر بھروسہ کریں تو تھوڑی طاقت بھی عظیم فتح کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اللہ کے بہادر اور محبوب بندے تھے۔ یہ کہانی ہمیں یاد دلاتی ہے کہ خدا سچائی کے ساتھ ہے۔

اشارہ:

- قرآن کریم : سورہ آل عمران، آیات 123-125
  - حدیث : صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3952
  - حدیث : صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1763
  - سیرت : ابن ہشام، سیرۃ النبی، ص 250-260
- 

1. غزوہ بدر کہاں اور کب ہوئی تھی؟
  2. مسلمانوں کی قیادت کس نے کی تھی؟
  3. قریش کے لشکر کا سردار کون تھا؟
  4. مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی اور قریش کی کتنی؟
  5. اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے کیا بھیجا؟
  6. غزوہ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟
- 



(27)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ

کئی سال پہلے مکہ نامی شہر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی راہ کی طرف بلایا۔ وہ خدا کے آخری نبی تھے۔ لیکن قریش مکہ اس کے خلاف تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تکلیفیں دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ یہ تھے ہمیں اللہ کی راہ میں قربانی کرنا سکھاتا ہے اور یہ کہ اللہ اپنے بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں 13 سال تک لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف اللہ کی عبادت کرو، بت پرستی چھوڑ دو۔ کچھ لوگوں نے اس کی اطاعت کی، لیکن قریش ناراض ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا اور انہیں ہر اساح کیلے۔ آخر کار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی۔ انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش کی خبر دی۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جاؤ۔ مدینہ کے لوگ، جنہیں انصار کہا جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لیے تیار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی دوست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم ایک ساتھ ہجرت کریں گے۔ حضرت ابو بکر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ انہوں نے خفیہ طور پر منصوبہ بندی کی۔

جب قریش کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل گئے ہیں تو وہ غصے میں آگئے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑے گا، اسے سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے۔ انہوں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کے لیے آدمی بھیجے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مکہ چھوڑ دیا اور ثور نامی غار میں چھپ گئے۔ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بن دیا اور ایک کبوتر نے وہاں اندھے دے دیے۔ جب قریش غار کے قریب پہنچ گئے تو جالا اور کبوتروں کو دیکھ کر انہوں نے سوچا کہ یہاں کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ واپس چلے گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خوفزدہ ہوئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
**"لَا تَخْسِنْ إِنَّ اللَّهَ مُعَذِّلٌ"**

(غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے) — سورہ توبہ، آیت 40

غار میں تین دن گزارنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے رہنماء عبد اللہ بن اریقط تھے۔ راستے میں ایک شخص سراقد بن مالک نے انہیں دیکھا۔ وہ انعام کے لائق میں انہیں پکڑنا چاہتا تھا، لیکن اس کے گھوڑے کا پاؤں زمین میں دھنس گیا۔ سراقد خوفزدہ ہو گیا اور کہنے لگا: "میں تمہیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**"اللَّهُ تَعَالَى مِنْ هَذِهِنَا بَدِيلٌ"**

آخر کار بی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ گئے۔ مدینہ کے لوگ انہیں دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھے۔ انہوں نے "اطَّلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا" نعت پڑھی۔ پہنچے، بڑے سب سڑکوں پر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی تعمیر کروائی۔ انہوں نے مسلمانوں کو متحد کیا۔ مدینہ منورہ میں مسلمان امن و سکون سے رہنے لگے۔

بعد ازاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں قیام کے دورانِ اسلام کی تعلیمات کو عام کیا، اور حج کو اسلام کا اہم رکن قرار دیا۔ اس سے مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہوا۔ یہ قصہ ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر تم اللہ کی راہ میں قربانی کریں تو وہ بڑا جردیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہادر، صابر اور اللہ کے محبوب رسول تھے۔

### حوالہ جات:

- قرآن کریم : سورہ توبہ، آیت 40
- حدیث : صحیح بخاری، حدیث نمبر 3906
- سیرت : ابن ہشام، سیرۃ النبی، صفحہ 225-235

1. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کتنے سال تک اسلام کی دعوت دی؟
2. اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں ہجرت کرنے کا حکم دیا؟
3. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت میں کون گئے تھے؟
4. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس غار میں پناہی لختی؟
5. قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑنے والے کو کیا انعام دینے کا اعلان کیا؟
6. مدینہ کے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کس نعت سے کیا؟

(28)

## بیو خندق کی جنگ کا قصہ

بھری کے پانچ سال میں مدینہ منورہ کے ارد گرد ایک بڑی جنگ ہوئی جسے خندق کی جنگ یا غزوہ احباب کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ میں مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ قریش مکہ اور ان کے حليف مسلمانوں کو تباہ کرنے آئے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ خدا اور ذہانت پر بھروسہ ہمیں بڑے خطرات سے بچا سکتا ہے۔

قریش مکہ غزوہ بدر میں ہار گئے۔ وہ مسلمانوں سے ناراض تھے۔ انہوں نے بنو نصریر کے جلاوطن سرداروں کی مدد سے قریش، بنو عطافان اور دیگر قبائل کو ملا کر ایک بڑی فوج تشكیل دی۔ ان کی فوج 10,000 سپاہیوں، گھوڑوں اور ہتھیاروں پر مشتمل تھی۔ وہ مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم مدینہ منورہ کے گرد خندق قیس کھود دیں گے۔ یہ دشمن کو پھنسا دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منصوبہ پسند آیا۔

مسلمانوں نے مدینہ کے ارد گرد ایک گھری کھائی کھونے کے لیے دن رات کام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خندق کھونے میں مدد کی۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گاتے تھے: اے اللہ! ہماری مدد فرم۔ خندق کھوتے ہوئے، ایک بڑا پتھر پر ضرب لگائی۔ کوئی بھی اسے توڑ نہیں سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر پتھر پر ضرب لگائی۔ پتھر ٹوٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں شام، یکن اور فارس کی فتح دیکھ رہا ہوں۔ "صحابہ خوش ہوئے۔

جب قریش مدینہ آئے تو خندق دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انہوں نے سوچا: یہ کیا ہے؟ عرب خندق نہیں بناتے! انہوں نے مدینہ کے ارد گرد ڈیرے ڈالے۔ مسلمانوں کا کھانا کم ہو گیا۔ وہ بھوک اور سردی کا شکار تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر کرو، خدا ہماری مدد کرے گا۔ وہ رات کو خدا سے دعائیں گے تھے۔

ایک رات نعیم بن مسعود نبی ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں قریش اور بنی قریظہ کے درمیان اختلاف پیدا کر سکتا ہوں۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاق کیا۔ نعیم قریش کے پاس گئے اور کہا: بنی قریظہ تم سے خیانت کرے گا۔ پھر بنی قریظہ کے پاس گئے اور کہا: قریش تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ وہ ایک دوسرے پر شک کرنے لگے۔

ایک رات خدا نے ایک طوفان بھیجا۔ طوفان نے قریش کے خیموں کو اڑا دیا اور ان کی آگ بجھا دی۔ وہ ڈر گئے اور کہنے لگے: "ہم زیادہ دیر نہیں رہ سکتے۔" وہ بھاگ گئے۔ صح کے وقت مسلمانوں نے دیکھا کہ دشمن چلا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے ہمیں فتح عطا کی ہے۔" مسلمانوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

خندق کی جنگ اسلام کے لیے ایک عظیم فتح تھی۔ اس سے مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہوا۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ ذہانت اور خدا پر بھروسہ سے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی شکست دی جاسکتی ہے۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقل مند، بہادر اور اللہ کے پیارے رسول تھے۔

### حوالہ جات:

- قرآن کریم: سورہ حزاب، آیات 9-27

- حدیث: صحیح بخاری، حدیث نمبر 4112

- حدیث : صحیح مسلم، حدیث نمبر 1807
- سیرت : ابن ہشام، سیرۃ النبی، صفحہ 350-360

1. خندق کی جگہ کس ہجری سال میں ہوئی تھی؟
2. حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کیا مشورہ دیا تھا؟
3. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھو دتے وقت کیا فرمایا؟
4. قریش کی فوج میں کتنے سپاہی تھے؟
5. نعیم بن مسعود نے قریش اور بنی قریظہ کے درمیان کیا کیا؟
6. اللہ تعالیٰ نے دشمن کو کیسے شکست دی؟



(29)

## فتح مکہ کا قصہ

ہجری کے آٹھویں سال میں مکہ مکرمہ میں ایک عظیم واقعہ پیش آیا جسے فتح مکہ کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے شانہ بشانہ مکہ فتح کیا۔ یہ اسلام کے لیے ناقابل فراموش کامیابی تھی اور ہمیں سکھاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں صبر اور استقامت سے بڑی کامیابیاں ملتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی کیونکہ قریش آپ اور مسلمانوں کو شدید تکلیف دیتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منظم کیا اور اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد قریش نے امن کا معافاہ کیا، لیکن ان کے اتحادی قبیلہ بنو کبر نے مسلمانوں کے رشتہ دار بنو خزانہ پر حملہ کیا اور قریش نے ان کی مدد کی۔ یہ کھلم کھلام معافہ ہکنی تھی۔

جب بنو خزانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب مکہ فتح کرنے کا وقت آگیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ نے خفیہ منصوبہ بنایا تاکہ قریش کو لشکر کی حرکت کا پتہ نہ چلے۔ مسلمان رات کے اندر ہیرے میں مکہ کے پہلو میں پہنچے اور پہاڑوں میں آگ جلائی تاکہ لشکر کا پھیلاؤ ظاہر ہو۔ قریش خوف زدہ ہو گئے۔ ایک مقام پر عکر مہ بن ابی جہل کی تیادت میں مزاحمت ہوئی، جسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پا کیا۔

قریش کے سردار ابوسفیان حالات جاننے کے لیے نکلے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں

رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ابوسفیان! اللہ کی اطاعت کرو اور اسلام قبول کرو۔“

ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور اعلان فرمایا:

جو شخص اپنے گھر میں ہے وہ محفوظ ہے،

جو خانہ کعبہ میں پناہ لیتا ہے وہ محفوظ ہے،

اور جو ابوسفیان کے گھر میں ہے وہ بھی محفوظ ہے۔

مسلمان سلامتی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ قریش خوف کے عالم میں خانوں میں چھپ

گئے۔ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف آئے اور وہاں موجود 360 ہاؤس کو توڑا،

اور فرمایا:

حَاجَةً لِكُتْبَةِ حَقِّ الْبَاطِلِ، إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهْوًا

(حق آگیا اور باطل مت گیا، بے شک باطل مٹنے والا ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ پھر اہل کہہ کو جمع کیا اور فرمایا:

”آج میں تم میں سے کسی کو جزا کا مستحق نہیں سمجھتا۔ تم سب آزاد ہو۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا جنہوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی تھی۔

اہل کہ آپ کی اس مہربانی پر حیران رہ گئے اور گروہوں کی صورت میں اسلام قبول کیا۔ یوں کہہ

اسلام کا مرکز بن گیا۔

فِي مَكَّةَ إِسْلَامَ كَمَا لَيْسَ نَاقِبٌ فِرَامُوشْ فَخَّ تَحْتِي۔ اس سے مسلمانوں کی طاقت، اتحاد اور ایمان کا مظاہر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللَّهُ كَاشْكَرَا وَإِنَّ جَوْسَ نَزَّهَمِينَ يَهْ فَخَ عَطَافِرَمَائِي۔“

یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ مہربانی، معافی اور صبر لوگوں کے دل جنتے کے سب سے بڑے ہتھیار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد مہربان، صابر اور اللہ کے پیارے رسول تھے۔

#### اشارہ:

- قرآن کریم: سورۃ الفتح، آیات 1-29
- حدیث: صحیح بخاری، حدیث نمبر 4291
- حدیث: صحیح مسلم، حدیث نمبر 4624
- سیرت: ابن ہشام، سیرۃ النبی، صفحات 405-415

1. فِي مَكَّةَ كُسْ بَجْرِي سَالَ مِنْ پِيشِ آيَا؟
2. رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَّهَ مَكَّةَ كَمِي طَرْفَ كَنْتَنَّ صَحَابَةَ كَمَ سَافَرَ كَيَا؟
3. قَرِيْشَ كَمَ سَرْدَارَ ابُو سَفَيْيَانَ نَزَّهَ كَيَا؟
4. رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَّهَ مَكَّةَ مِنْ دَاخِلِ ہُوتَنَّ وَقْتَ كَيَا عَلَانَ فَرَمَيَا؟
5. خَانَهُ كَعَبَهُ مِنْ كَنْتَبَتَ تَحْتِي جَنَهِيں رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَّهَ توڑَا؟
6. رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَّهَ اهْلَ مَكَّةَ كَمَ سَافَرَ كَيَا سَلُوكَ كَيَا؟

(30)

## صلح حدیبیہ کا قصہ

ہجری کے چھٹے سال میں مکہ کے قریب حدیبیہ نامی مقام پر ایک اہم واقعہ پیش آیا جسے معاملہ حدیبیہ کہا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ کرمه روانہ ہوئے، لیکن قریش مکہ نے انہیں روک دیا۔ یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ صبر اور امن کی راہ میں ہی اصل فتح ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مسلمانوں کو منظم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ وہ مکہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ ہم عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ جائیں گے۔ تقریباً 1400 صحابہ آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے پاس جگلی اسلحہ نہیں تھا، صرف تواریں (اطور حفاظتی سامان) اور حجاج کے لباس تھے۔ وہ مکہ کے قریب حدیبیہ پہنچے۔

جب قریش کو خبر ملی کہ مسلمان آرہے ہیں تو وہ غصے میں آگئے۔ انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ قریش نے سپاہی بھیجے اور مسلمانوں کو روک دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امن کے خواہاں تھے۔ آپ نے فرمایا: "بھم صرف عمرہ کی ادائیگی کے لیے آئے ہیں، ہمارا لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں۔" آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس سفیر بنائے اور بھیجا۔ حضرت عثمان نے مکہ جا کر قریش کو پیغام دیا کہ مسلمان امن سے عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔

قریش نے حضرت عثمان کو کچھ وقت کے لیے روک لیا۔ مسلمانوں میں افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام کو شدید غصہ آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوئے اور فرمایا: "بِهِمُ اللَّهُ كَمْ كَيْمَنَ"۔ "صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس واقعہ کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس بیعت سے راضی ہوا۔

جب قریش کو معلوم ہوا کہ مسلمان لڑنے کے لیے تیار ہیں تو وہ خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان کو رہا کر دیا اور صلح کے لیے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی پیشکش قبول کی۔ معاهدے کی شرائط میں یہ شامل تھا کہ مسلمان اس سال عمرہ نہیں کریں گے بلکہ اگلے سال واپس آ کر عمرہ ادا کریں گے۔ اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ آجائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا، لیکن اگر کوئی مدینہ سے مکہ جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ کرام اس معاهدے سے افسردہ ہوئے۔ کہنے لگے: "یادِ رسول اللہ! یہ تو ہمارے لیے نقصان ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس میں بھلائی رکھی ہے، صبر کرو۔" مسلمان عمرہ کی ادا نیگی کے بغیر واپس مدینہ چلے گئے۔ بعد میں انہیں احساس ہوا کہ یہ معاهدہ اسلام کے لیے ایک عظیم فتح تھا۔ اس نے مسلمانوں کو امن کے ساتھ اسلام پھیلانے کا موقع دیا۔ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

معاهدہ حدیبیہ اسلام کے لیے ایک بڑا قدم تھا۔ اسی معاهدے نے فتح مکہ کی راہ ہموار کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکمت والے، صبر کرنے والے اور اللہ کے محبوب رسول تھے۔ یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ امن، حکمت اور صبر عظیم اہداف کی طرف لے جاتے ہیں۔

- قرآن کریم : سورۃ الفتح، آیات 18-29
  - حدیث : صحیح بخاری، حدیث نمبر 2731
  - حدیث : صحیح مسلم، حدیث نمبر 1785
  - سیرت : ابن ہشام، سیرۃ النبی، صفحات 325-335
- 

1. صحیح حدیثیہ کس ہجری سال میں ہوئی؟
  2. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لیے کتنے صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے؟
  3. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مقصد کے لیے بھیجا؟
  4. بیعتِ رضوان کس واقعہ کے بعد ہوئی؟
  5. صحیح حدیثیہ کے مطابق مسلمان اس سال کیا نہیں کر سکے؟
  6. اس معاهدے کے بعد اسلام کو کیا فائدہ ہوا؟
-

(31)

## غزوہ خیبر کا قصہ

بھری کے ساتویں سال میں مدینہ منورہ کے قریب خیبر نامی مقام پر ایک بڑی جنگ ہوئی جسے غزوہ خیبر کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی قیادت فرمائی۔ خیبر کے یہودیوں میں بعض گروہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے، خاص طور پر وہ جو بنو نصری سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے غزوہ خندق میں قریش کی مدد کی تھی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں ہمت اور ایمان عظیم فتوحات کا باعث بنتا ہے۔

خیبر ایک زر خیبر اور امیر علاقہ تھا۔ یہودی اور ہاں مضبوط قلعوں میں رہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ خیبر کے یہودی مسلمانوں کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ آپ ﷺ تقریباً 1400 صحابہ کرام کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

مسلمان رات کے وقت خیبر پہنچے اور خفیہ طور پر ڈیرے ڈالے۔ خیبر کے یہودیوں کو معلوم نہیں تھا کہ مسلمان آرہے ہیں۔ صبح کے وقت جب وہ کھیتوں میں کام کرنے آئے تو مسلمانوں کو دیکھ کر گھر اگئے اور فوراً قلعوں میں چھپ گئے۔ خیبر میں کئی قلعے تھے، جو بہت مضبوط تھے۔ مسلمانوں نے ایک کے بعد ایک قلعے پر حملہ کیا، لیکن قلعوں کو فتح کرنا آسان نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز ایک صحابی کو قلعے پر حملہ کی قیادت کے لیے منتخب فرماتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوشش کی، مگر قلعہ فتح نہ ہوسکا۔

ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کل میں جمِنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔"

صحابہ کرام بے چین تھے کہ یہ سعادت کس کو ملے گی۔ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا یا۔ ان کی آنکھوں میں درد تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا العاب و هن ان کی آنکھوں میں لگایا اور دعا فرمائی، جس سے ان کی آنکھیں فوراً گھیک ہو گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جمِنڈے کے ساتھ قلعے کی طرف روانہ ہوئے۔ خیر کے سب سے مشہور جگجو مرحب نے انہیں چیلنج کیا۔ مرحب نے اپنے حسبِ معمول اشعار پڑھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی جواب میں اشعار پڑھے اور پھر مرحب کو ایک ہی وار میں قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے "اللہ اکبر" کے نعرے لگائے اور ایک کے بعد ایک قلعہ فتح کرتے گئے۔ آخر کار خیر کے یہودیوں نے صلح کی درخواست کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معاهدہ فرمایا کہ وہ خیر میں رہ سکتے ہیں، لیکن اپنی فصل کا نصف حصہ مسلمانوں کو دیں گے۔ مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت، اسلحہ، اور وسائل حاصل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کی فتح ہے، جس نے ہمیں طاقت عطا فرمائی۔

### سبق

غزوہ خیر ہمیں یہ سمجھاتا ہے کہ ہمت، ایمان، اور اللہ پر توکل سے بڑے سے بڑا شمن بھی شکست کھا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ اللہ کے بہادر اور محبوب بندے تھے، جنہوں نے دینِ اسلام کی سر بلندی کے لیے ہر قربانی دی۔

### حوالہ جات

- قرآن کریم : سورہ فتح، آیت 20
  - حدیث : صحیح بخاری، حدیث نمبر 4210 – 4209
  - حدیث : صحیح مسلم، حدیث نمبر 1809
  - سیرت : ابن ہشام، سیرۃ النبی، ص 365 – 375
- 

1. غزوہ خیبر کس ہجری سال میں پیش آیا؟
  2. خیبر کے لوگ کس قسم کے قلعوں میں رہتے تھے؟
  3. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنڈا کس صحابی کو دیا؟
  4. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کے کس جنگجو کو شکست دی؟
  5. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی آنکھوں کا درد کیسے ٹھیک کیا؟
  6. خیبر کے یہودیوں نے صلح کے بعد مسلمانوں کو کیا دینے کا وعدہ کیا؟
- 

(32)

---

**حجۃ الوداع کا قصہ**

دسویں ہجری میں مکرمہ میں ایک عظیم واقعہ پیش آیا جسے جمۃ الوداع یا الوداعی حج کہا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج میں مسلمانوں کی امامت فرمائی۔ یہ آپ ﷺ کی زندگی کا آخری حج تھا۔ یہ کہانی ہمیں اللہ کی راہ میں جینا اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سکھاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرمہ فتح فرمایا۔ اسلام عرب کے بہت سے حصوں میں پھیل چکا تھا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اطلاع دی کہ وہ اس سال حج کریں گے۔ فرمایا:

"میرے ساتھ شام ہو جاؤ۔"

تقریباً ایک لاکھ چوبیں ہزار مسلمان مکرمہ میں جمع ہوئے۔ وہ مدینہ، شام، یمن اور عرب کے دیگر علاقوں سے آئے تھے۔ سب حاج کرام کے لباس میں ملبوس تھے اور "لبیک اللہم" لبیک "کہتے ہوئے مکرمہ پہنچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف فرمایا، صفا اور مرودہ کے درمیان سعی کی۔ اس کے بعد عرفات کے میدان میں نمرہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ وہاں آپ ﷺ اٹھنی "قصواء" پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔ اس خطبے کو خطبہ الوداع کہا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو! تم سب برابر ہو۔ کسی عرب کو کسی بھنپی پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے تقویٰ کے۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کے امان کے ساتھ حاصل کیا ہے۔ لوگوں کی جان و مال کو امانت سمجھو، ان کی حفاظت کرو۔

میں تمہارے درمیان قرآن اور سنت چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔"

جب لوگوں نے یہ کلمات سنے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری پیغام ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظیم آیت نازل فرمائی:

"الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتَمَّتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَتْ لَكُمُ الْإِسْلَامُ دِيْنًا"

(سورہ مائدہ، آیت 3)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور اسلام کو تمہارے لیے دین کے طور پر پسند کر لیا۔"

عرفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ نے جراثت کو سکنکریاں ماریں، قربانی کی، اور حلق کروایا۔ آپ ﷺ نے حج کے تمام احکام ادا فرمائے، اور صحابہ کرام نے انہی سے حج کے طریقہ سیکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ واپس آئے اور طوافِ افاضہ ادا فرمایا۔ پھر مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

### حجۃ الوداع کا پیغام

حجۃ الوداع اسلام کے لیے ایک عظیم واقعہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر مسلمانوں کو زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا۔ چند ماہ بعد آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ ہمیں اللہ کی راہ میں چینا ہے، اور لوگوں کے ساتھ عدل، رحم اور محبت سے پیش آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مہربان، عقائد اور اللہ کے محبوب رسول تھے۔

- قرآن کریم : سورہ مائدہ، آیت 3
  - حدیث : صحیح بخاری، حدیث نمبر 4406
  - حدیث : صحیح مسلم، حدیث نمبر 1218
  - سیرت : ابن ہشام، سیرۃ النبی، ص 450-460
- 

1. حجۃ الوداع کس ہجری سال میں ہوا؟
  2. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے دوران کس مقام پر خطبہ دیا؟
  3. خطبہ حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو کس چیز میں برابر قرار دیا؟
  4. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے بارے میں کیا نصیحت فرمائی؟
  5. حجۃ الوداع کے دن کون سی عظیم آیت نازل ہوئی؟
  6. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے کون کون سے اعمال ادا فرمائے؟
- 

(33)

### \* نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا قصہ \*

گیارہویں ہجری میں مدینہ منورہ میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جو اللہ کے آخری رسول ہیں، اس دنیا سے رحلت فرمائے گئے۔ یہ قصہ ہمیں سکھاتا ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمیشہ ہماری رہنمائی کرتی ہیں، چاہے وہ ہمارے درمیان نہ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا، جبتوالوداع ادا کیا، اور عرب کے بہت سے علاقوں میں اسلام کو پھیلایا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو سکھایا کہ اللہ کی راہ میں کیسے جینا ہے۔ لیکن دسویں ہجری کے آخر میں آپ ﷺ بیمار ہو گئے۔ آپ ﷺ کو شدید بخار تھا، مگر اس کے باوجود مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے اور نماز ادا فرماتے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بیمار ہو گئے کہ مسجد نہ جاسکے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

صحابہ کرام سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بہت ناساز ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے لیے دعائیں کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہجرے میں آرام فرمادے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنے قریبی ساتھیوں کو نصیحت فرمائی:

"اے میرے ساتھیو! اللہ کی اطاعت کرو، قرآن و سنت پر قائم رہو، اور ایک دوسراے پر رحم کرو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑھتی گئی۔ پیر کی صح، آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے۔ اچانک آپ ﷺ نے مسکراہٹ فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "بیار رسول اللہ! آپ کیا دیکھتے ہیں؟"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللَّهُمَّ ارْفِقْنَا أَعْلَى"

"اے اللہ! مجھے اعلیٰ رفیق عطا فرم۔"

یہ کہہ کر آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جب مدینہ منورہ میں یہ خبر پھیلی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے، تو صحابہ کرام پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ وہ اس پر یقین نہیں کر پا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے، وہ واپس آئیں گے۔"

تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور فرمایا:  
”اے مسلمانو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، تو جان لے کہ وہ وفات پا چکے ہے۔ اور جو اللہ کے عبادت کرتا ہے، تو اللہ ہمیشہ زندہ ہے، کبھی نہیں مرتا۔“

"وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل" ...

۱۴۴ سورہ آل عمران، آیت

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔"

یہ آیت سن کر صحابہ کرام پر سکون ہو گئے اور حقیقت کو قبول کیا۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت مسلمانوں کے لیے ایک عظیم صدمہ تھا۔ مگر انہیں آپ ﷺ کی تعلیمات یاد آگئیں۔ انہوں نے قرآن و سنت کی پیروی جاری رکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا، جواب مسجد نبوی کا حصہ ہے۔

یہ قصہ ہمیں سکھاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے روشنی کا مینار ہے۔ وہ مہربان، حکمت والے، اور اللہ کے محبوب رسول تھے۔ ان کی تعلیمات آج بھی ہمارے دلوں کو زندہ رکھتی ہیں، اور ہمیں اللہ کی راہ پر چلنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

### حوالہ جات

- قرآن کریم : سورہ آل عمران، آیت 144
- حدیث : صحیح بخاری، حدیث نمبر 4462–4463
- حدیث : صحیح مسلم، حدیث نمبر 2296
- سیرت : ابن ہشام، سیرۃ النبی، ص 465–475

1. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس بھری سال میں اس دنیا سے رخصت ہوئے؟
2. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاری کے دوران نماز کی امامت کے لیے کس صحابی کو فرمایا؟
3. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں کیا دعا فرمائی؟
4. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس کے مجرے میں ہوا؟
5. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو کون سی آیت سنائی؟
6. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا گیا؟

(34)

## ✿ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کا قصہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے لیے ایک مشکل وقت تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام کے پہلے خلیفہ بنے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی دوست اور محبوب صحابی تھے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ ہمیں مشکل وقت میں بھی سچائی اور انصاف کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمان شدید غم میں مبتلا ہو گئے۔ کچھ لوگ یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ کچھ قبائل نے اسلام سے منہ موڑنے کی کوشش کی اور کہا کہ ہم مزید زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ مدینہ سے باہر بعض افراد نے خود کو نبی قرار دیا۔ اس افرا تفری کے درمیان مسلمانوں نے ایک رہنمایا کا انتخاب کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ صحابی تھے اور دین کا گہر اعلم رکھتے تھے۔

**حضرت ابو بکرؓ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا:**

"مجھے تم پر خلیفہ مقرر کیا گیا ہے، حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں درست کام کروں تو میری مدد کرو، اور اگر غلطی کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ میں قرآن و سنت پر عمل کروں گا۔"

انہوں نے سب سے پہلے ان قبائل کے خلاف کارروائی کی جو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ابتداء میں اس پر اعتراض کیا کہ ہم مسلمانوں کے خلاف کیسے جنگ کریں؟ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

"جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے، میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔"  
اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو شکر کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ ان جنگوں کو "جنگ ارتاد" "اکھا جاتا ہے۔ مسلمان ان فتوؤں پر غالب آگئے۔

حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں ایک اور اہم کام قرآن کی تدوین تھا۔ بہت سے حافظ بدرا اور دیگر غزوٰت میں شہید ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے تجویز دی کہ قرآن کو تحریری شکل میں محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے زید بن ثابتؓ کو اس کام کا انچارج مقرر کیا۔ زیدؓ اور دیگر صحابہؓ نے قرآن کی آیات کو جمع کیا، حافظوں کی زبانی یادداشت اور تحریری آیات کو ملا کر ایک مکمل مصحف تیار کیا۔ یہی مصحف بعد میں حضرت عثمانؓ کے دور میں مزید نقل کیا گیا، اور آج جو قرآن ہمارے پاس ہے، وہ اسی تدوین کی بنیاد پر ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں مسلمانوں نے فارس اور روم کے خلاف جنگوں کا آغاز کیا۔  
حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق کے کئی علاقوں کو فتح کیا۔ شام میں مسلمانوں نے رومیوں کے خلاف کامیاب جنگیں لڑیں۔

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت تقریباً دو سال تین ماہ تک قائم رہی۔ جب وہ بیار ہوئے تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ نمازد فرمایا، اور مسلمانوں نے ان کی بیعت کی۔

حضرت ابو بکرؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، اور انہیں مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ ان کی خلافت نے اسلام کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔ وہ مہربان،

سچ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی تھے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت کا مطلب اللہ کی راہ میں حق کے لیے لڑنا، عدل فائدہ کرنا اور امت کی رہنمائی کرنا ہے۔

### حوالہ جات:

- صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1202
- صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2387
- تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، آیت 144
- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملک، جلد ۳، صفحہ ۲۱۰۔ ۲۲۰

1. حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام کے کتنے ویں خلیفہ تھے؟

2. حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ کیوں بنایا گیا؟

3. حضرت ابو بکرؓ نے زکوٰۃ دینے والوں کے خلاف کیا فرمایا؟

4. قرآن کو تحریری شکل میں جمع کرنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے کس صحابی کو مقرر کیا؟

5. حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کتنے عرصے تک رہی؟

6. حضرت ابو بکرؓ کو کہاں دفن کیا گیا؟

(35)

## ✿ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا قصہ

حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ مدینہ منورہ میں اسلام کے دوسرے خلیفہ بنے۔ وہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ساتھی اور ایک بہت ہی منصف جنگ تھے۔ ان کے دورِ خلافت میں اسلام دوڑ دوڑ تک پھیل چکا تھا۔ یہ کہانی ہمیں سمجھاتی ہے کہ ہمیں انصاف اور سچائی کے لیے ہمیشہ کھڑا ہونا چاہیے۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانے کی وصیت کی۔ حضرت عمرؓ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا:

"مجھے تم پر خلیفہ مقرر کیا گیا ہے۔ اگر میں درست کام کروں تو میری مدد کرو، اور اگر غلطی کروں تو مجھے سیدھا کرو۔"

وہ اپنے آپ کو "امیر المؤمنین" کہتے تھے، جس کا مطلب ہے "مومنوں کا سردار"۔ ان کے دور میں مسلمانوں نے فارس، روم اور مصر کے خلاف بڑی جنگیں جیتیں۔

جنگیں موک حضرت عمرؓ کی خلافت کا ایک اہم واقعہ تھا۔ رو میوں نے شام میں مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی فوج پختیجی۔ حضرت خالد بن ولید اور دیگر سپہ سالاروں نے بہادری سے جنگ لڑی۔ مسلمانوں نے فتح حاصل کی اور شام کا زیادہ تر حصہ اسلام کے ماتحت آگیا۔ ایک اور بڑی جنگ "جنگ قادسیہ" تھی۔ حضرت سعد بن ابی و قاسیؓ نے فارس کی بڑی فوج کو شکست دی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے فارس کے دارالحکومت "مدائن" کو فتح کیا۔

حضرت عمرؓ بہت انصاف پسند تھے۔ وہ رات کے وقت مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے تھے تاکہ دیکھ سکیں کہ کہیں کوئی مصیبت میں تو نہیں۔ ایک دفعہ وہ ایک غریب عورت کے گھر گئے۔ عورت کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ خود آٹا اور کھانے کا سامان لے کر آئے اور اس کے لیے کھانا پکایا۔ لوگ ان کے انصاف کے لیے انہیں "فاروق" کہتے تھے، جس کا مطلب ہے "حق اور باطل کی تفریق کرنے والا"۔

حضرت عمرؓ نے بہت سی نئی اصلاحات کیں۔ انہوں نے ہجری سال کا آغاز کیا۔ مسلم شہروں میں مساجد اور مدارس تعمیر کیے۔ فوج کے لیے باقاعدہ نظام قائم کیا۔ زکوٰۃ کی رقم غریبوں میں منظم طریقے سے تقسیم کی جاتی تھی۔ ان کے دور میں مسلم ریاست بہت طاقتور اور منظم ہو گئی۔ لیکن حضرت عمرؓ کی زندگی کا اختتام افسوسناک تھا۔ ایک محوسی غلام ابوالاؤفیر وزنے ذاتی رنجش یا سازش کے تحت ان پر حملہ کیا۔ ایک صحیح جب حضرت عمرؓ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے، ابوالاؤفیر نے ان پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ میں پر گر گئے۔ چند دن بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

مرنے سے پہلے فرمایا:

"اگر میری شہادت اللہ کی رضا کے لیے ہے تو یہ میرے لیے باعثِ سعادت ہے۔"

آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت اسلام کے لیے ایک سنہری دور تھا۔ وہ بہادر، انصاف پسند اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی تھے۔ یہ کہانی ہمیں سچائی، عدل اور خدمتِ خلق کا درس دیتی ہے۔

### حوالہ جات:

- صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3700
- صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2385

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۳، صفحہ ۱۸۰—۱۹۵
  - ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد ۷، صفحہ ۱۵۰—۱۶۵
- 

1. حضرت عمرؓ اسلام کے کتنے دیں خلیفہ تھے؟
  2. حضرت عمرؓ کو "فاروق" کیوں کہا جاتا تھا؟
  3. حضرت عمرؓ نے ہجری سال کا آغاز کیوں کیا؟
  4. جنگِ رمذان میں مسلمانوں نے کس قوم کو شکست دی؟
  5. حضرت عمرؓ نے رات کے وقت مدینہ کی گلیوں میں کیا کرتے تھے؟
  6. حضرت عمرؓ کس نے زخمی کیا تھا؟
- 



(36)

## عثمان غنیٰ

عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام کے تیسرا خلیفہ منتخب ہوئے۔ وہ بنی کریمؐ کے قریبی صحابی اور داماد تھے۔ ان کی خلافت کے دور میں اسلام مزید پھیلا، لیکن آخر میں بعض اختلافات بھی سامنے آئے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ مشکل وقت میں صبر اور مہربانی کا دامن تھا میر کھنچا ہے۔

حضرت عمرؑ نے اپنی وفات سے قبل چھ جلیل القدر صحابہ کو اگلے خلیفہ کے انتخاب کے لیے مقرر کیا تھا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنادیا۔ عثمانؓ نے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر اعلان کیا:

"میں قرآن و سنت پر عمل کروں گا، تم میری مدد کرو۔"  
وہ نہایت عاجز اور سخی تھے۔ لوگ انہیں "غنی" کہتے تھے، کیونکہ وہ غریبوں کی بے پناہ مدد کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں نے کئی اہم فتوحات حاصل کیں۔ اسلامی بحریہ کی بنیاد رکھی گئی اور قبرص و دیگر جزائر کو سمندری راستے فتح کیا گیا۔ شمالی افریقہ کے کچھ حصے اور فارس کے مزید علاقوں کے تحت آئے۔ شام میں حضرت معاویہؓ نے، اور مصر میں حضرت عمر بن عاصؓ نے قیادت کی۔

حضرت عثمانؓ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کا ایک معیاری نسخہ مرتب کرنا تھا۔ اگرچہ قرآن حضرت ابو بکرؓ کے دور میں جمع ہوا تھا، مگر مختلف علاقوں میں لوگ مختلف لہجوں میں تلاوت

کرتے تھے جس سے غلطی کا اندیشہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ مل کر قرآن کا ایک معیاری مصحف تیار کروایا اور نئے مدینہ، مکہ، کوفہ اور دیگر مشق بھیجے۔ آج بھی ہم اسی مصحفِ عثمانؓ کو پڑھتے ہیں۔

خلافت کے آخری ایام میں بعض لوگوں نے الزام لگایا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے رشتہ داروں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا ہے۔ اگرچہ یہ الزامات درست نہ تھے، مگر مصر اور عراق سے آئے ہوئے باغی مدینہ میں حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر گئے اور مطالبہ کیا کہ وہ منصبِ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

"اللہ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے، میں اس منصب سے دستبردار نہیں ہوں گا۔"

ایک دن جب حضرت عثمانؓ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے، باغیوں نے ان کے گھر میں گھس کر انہیں شہید کر دیا۔ ان کا خون قرآن مجید پر گرا اور اعلیٰ مدینہ ماتم کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقع میں دفن کیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کی خلافتِ اسلام کے لیے نہایت اہم تھی۔ ان کی زندگی ہمیں راستبازی، صدق اور صبر و شکر کے ساتھ منزلِ حق کی تلاش کا درس دیتی ہے، چاہے مشکلات کتنی ہی سخت کیوں نہ ہوں۔

### درست اشارہ (حوالہ جات)

#### احادیث:

• صحیح بخاری: حدیث نمبر 3698

(حضرت عثمانؓ کی فضیلت اور ان کی شہادت سے متعلق روایت)

• صحیح مسلم : حدیث نمبر 2403

(حضرت عثمانؑ کی حیا اور رسول اللہ ﷺ کی ان سے محبت پر  
مبنی روایت)

تاریخی کتب:

• تاریخ طبری - تاریخ الامم والملوک

جلد 5، صفحہ 165-150

(حضرت عثمانؑ کی خلافت، فتوحات، و تراآن کی  
تموین، اور شہادت کی تفصیل)

• البدایہ والنہایہ - ابن کثیر

جلد 7، صفحہ 195-180

(حضرت عثمانؑ کے دورِ خلافت اور شہادت کے  
واقعات)

• تاریخ الخلفاء - علامہ حبلاں الدین سیوطی

صفحہ 231-233

(حضرت عثمانؑ کے القاب، نسب، قبول اسلام، اور  
خلافت کا ذکر)

• الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب - ابن عبد البر

جلد 3، صفحہ 155

(حضرت عثمانؑ کی ابتدائی زندگی اور تعلیم)

• الاصابیہ فی تمییز الصحابہ — ابن حبیر عسقلانی

جلد 4، صفحہ 377

(حضرت عثمانؓ کے اسلام مقبول کرنے کا واقعہ)

1. حضرت عثمانؓ اسلام کے کتنے دیں خلیفہ تھے؟
2. حضرت عثمانؓ کو "غُنیٰ" آکیوں کہا جاتا تھا؟
3. حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کے لیے کیا اہم کام کیا؟
4. حضرت عثمانؓ کے دور میں اسلامی بحریہ نے کون سا علاقہ فتح کیا؟
5. باغیوں نے حضرت عثمانؓ سے کیا مطالبہ کیا؟
6. حضرت عثمانؓ کو کہاں دفن کیا گیا؟



(37)

## حضرت علیؑ کی خلافت اور شہادت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد علی بن ابی طالبؑ مدینہ منورہ میں اسلام کے چوتھے خلیفہ بنے۔ وہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چجازِ ادھاری، داماد اور ایک بہت بہادر ساتھی تھے۔ ان کی خلافت کے دوران بہت افراتفری تھی، لیکن انہوں نے انصاف کے لیے جدوجہد کی۔ یہ کہانی ہمیں سچائی کی راہ پر چلنا سکھاتی ہے۔

حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں افراتفری پھیل گئی۔ باغیوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کا مطالبہ کیا۔ علیؓ پہلے تواریخی نہ ہوئے لیکن صحابہ کرام نے کہا کہ آپ کے سوا مسلمانوں کو کوئی متحد نہیں کر سکتا۔ علیؓ نے مسجد میں کھڑے ہو کر کہا کہ میں خلیفہ بن گیا ہوں، اور میں انصاف اور قرآن کی راہ پر چلوں گا۔ وہ بہت خلمند اور بہادر تھے۔ لوگ انہیں

"مرتضیؑ" کہتے تھے، جس کا مطلب ہے "اللہ کا پندیدہ"۔

علیؓ کی خلافت کے آغاز میں ایک مسئلہ تھا۔ بعض صحابہ نے حضرت عثمانؓ کے قتل کے مقدمے پر اختلاف کیا۔ حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ باغیوں کو سزا ملنی چاہیے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پہلے مسلمانوں کو اکٹھا کیا جائے، پھر انصاف ہو گا۔ یہ اختلاف جنگِ جمل کا سبب بنا۔ حضرت علیؓ نے یہ جنگ جیت لی، اور حضرت عائشہؓ کو عزت و احترام کے ساتھ مدینہ واپس بھیج دیا۔

ایک اور بڑا مسئلہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھا۔ معاویہؓ شام کے گورنر اور حضرت عثمانؓ کے رشتہ دار تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں علیؓ کی خلافت کو اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب

تک عثمانؑ کے قاتلوں کو سزا نہیں دی جاتی۔ اس اختلاف کی وجہ سے جنگ صفين ہوئی۔ جنگ کے دوران معاویہؓ کی فوج نے قرآن کو نیزوں پر بلند کر دیا۔ حضرت علیؑ نے لڑائی روک دی اور جنگ بندی پر راضی ہو گئے۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس معاهدے کو قبول نہیں کیا۔ انہوں نے علیؑ کے خلاف بغاوت کی اور اپنے آپ کو خوارج کہنے لگے۔

حضرت علیؑ نے نہروان کی جنگ میں خوارج کے خلاف جنگ لڑی اور فتح حاصل کی۔ لیکن اس افراتغیری نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا۔ حضرت علیؑ نے اپنا دارالحکومت کو فہ منقل کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش کی، لیکن کچھ لوگوں نے ان کے خلاف سازش کی۔ ایک خارجی، عبدالرحمن بن ملجم، علیؑ سے ناراض تھا۔ ایک صحیح جب حضرت علیؑ کو فد کی مسجد میں نماز کے لیے جا رہے تھے تو عبدالرحمن نے زہرآلود خبر سے حملہ کیا۔ حضرت علیؑ زخمی ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ کی قسم، میں کامیاب ہو گیا۔" کچھ دن بعد وہ شہید ہو گئے۔

حضرت علیؑ کی خلافت ایک مشکل دور تھا۔ وہ بہادر، علم مند اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب صحابی تھے۔ ان کی زندگی ہمیں انصاف کے لیے لڑنا سکھاتی ہے، چاہے راستہ مشکل ہی کیوں نہ ہو۔

### اشارہ (حوالہ جات)

#### احادیث:

• صحیح بخاری: حدیث نمبر 3701

(حضرت علیؑ کی فضیلت اور ان کے علم و شخصیت سے متعلق روایات)

• صحیح مسلم : حدیث نمبر 2406

(حضرت علیؐ کے ممتاز و مرتب اور رسول اللہ ﷺ کی ان سے محبت پر مبنی روایت )

تاریخی کتب:

• تاریخ طبری – تاریخ الامم والملوک

جلد 6، صفحہ 120–100

(حضرت علیؐ کی خلافت، جنگ جمل، جنگ صفين، اور نہروان کی تفصیل)

• البدایہ والنہایہ – ابن کثیر

جلد 8، صفحہ 25–10

(حضرت علیؐ کے دورِ خلافت، فتنہ اول، اور

شہادت کے واقعات)

• تاریخ ائمہ – جلال الدین سیوطی

صفحہ 176–169

(حضرت علیؐ کے نسب، القاب، خلافت اور

شہادت کا ذکر)

• الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب – ابن عبد البر

جلد 3، صفحہ 45–35

(حضرت علیؑ کی ابتدائی زندگی، اسلام قبول کرنے کا

واقع، اور اہم کارنامے)

• الاصابیۃ فی تمیز الصحابة - ابن حبیر عسقلانی

جلد 4، صفحہ 580-569

(حضرت علیؑ کے فضائل اور تاریخی روایات)

1. حضرت علیؑ اسلام کے کتنے دیں خلیفہ تھے؟

2. حضرت علیؑ کو "مرتضیٰ" کیوں کہا جاتا تھا؟

3. جنگِ جمل کس اختلاف کی وجہ سے ہوئی؟

4. جنگِ صفين میں حضرت معاویہؓ کی فوج نے کیا کیا؟

5. حضرت علیؑ نے دارالحکومت کہاں منتقل کیا؟

6. حضرت علیؑ کو کس نے زخمی کیا تھا؟



(38)

## حضرت حسن بن علیؑ کی خلافت اور صلح

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علیؑ کو فہ میں اسلام کے پانچویں خلیفہ بنے۔ وہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ وہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؓ کے بیٹے تھے۔ ان کی خلافت مختصر تھی، لیکن انہوں نے امن کے لیے ایک بڑی قربانی دی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ مسلمانوں کو اتحاد کے لیے قربانی دینی پڑتی ہے۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اہلی کوفہ نے حضرت حسنؑ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت حسنؑ نے مسجد میں کھڑے ہو کر کہا کہ میں قرآن و سنت کے مطابق مسلمانوں کی رہنمائی کروں گا۔ وہ بہت عاجز، عقلمند اور مہربان تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اور ان کے بھائی حضرت حسینؑ سے بہت محبت کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔"

لیکن حضرت حسنؑ کی خلافت کے آغاز میں ایک مسئلہ تھا۔ حضرت معاویہؓ جو شام کے گورنر تھے، حضرت حسنؑ کی خلافت قبول نہیں کرنا چاہتے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کہ میں مسلمانوں کا سردار بنوں گا۔ انہوں نے شام میں ایک بڑی فوج تیار کی۔ حضرت حسنؑ نے کوفہ میں بھی ایک لشکر کھڑا کیا۔ دونوں فرقے جنگ کے لیے تیار تھے، لیکن حضرت حسنؑ جانتے تھے کہ جنگ میں بہت سے مسلمان مارے جائیں گے، اس لیے انہوں نے امن کا راستہ اختیار کیا۔ حضرت حسنؑ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی۔ حضرت حسنؑ نے فرمایا کہ اگر تم قرآن و سنت پر عمل کرو گے تو میں خلافت چھوڑ دوں گا۔ معاهدے کی شرط یہ تھی کہ حضرت معاویہؓ خلیفہ

بن جائیں گے، لیکن وہ کسی کو اپنا اگلا خلیفہ مقرر نہیں کریں گے، اور ان کے بعد خلافت حضرت حسنؓ کو واپس ملے گی یا مسلمانوں کے مشورے سے طے ہوگی۔ حضرت حسنؓ اور ان کا خاندان محفوظ رہے گا۔ حضرت معاویہؓ نے یہ شرط قبول کر لی۔ حضرت حسنؓ خلافت چھوڑ کر مدینہ منورہ پلے گئے۔

کچھ لوگ حضرت حسنؓ کے اس فیصلے سے افسردہ تھے اور کہنے لگے: آپ نے خلافت کیوں چھوڑی؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ اللہ چاہتا ہے کہ ہم متحد رہیں۔ ان کی اس قربانی نے مسلمانوں کے درمیان ایک بڑی جگنگ کروک دیا۔ حضرت حسنؓ مدینہ میں سکون سے رہتے تھے۔ وہ قرآن پڑھتے، نماز ادا کرتے اور لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔

لیکن حضرت حسنؓ کی زندگی کا اختتام افسوسناک تھا۔ روایات کے مطابق انہیں زہر دیا گیا، جس سے وہ بیمار ہو گئے اور مدینہ میں وفات پا گئے۔ انہیں جنت البقع میں سپر دخاک کیا گیا۔ حضرت حسنؓ کی خلافت اور ان کا معاهدہ اسلام کے لیے ایک عظیم قربانی تھا۔ وہ عاجز، مہربان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے تھے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ امن اور اتحاد سب سے اہم ہیں۔

### اشارہ (حوالہ جات)

#### احادیث:

• صحیح بخاری : حدیث نمبر 2704

(رسول اللہ ﷺ کا ارشاد) : یہ میرا بیٹا سردار ہے، اور اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔"

• صحیح مسلم : حدیث نمبر 1821

(حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے فضائل اور جنت کے جوانوں کے سردار ہونے کی روایت)

**تاریخی کتب:** 

• تاریخ طبری - تاریخ الامم والملوک

جلد 6، صفحہ 165-150

(حضرت حسنؑ کی خلافت، حضرت معاویہؓ سے اختلاف، اور صلح کی تفصیل)

• البدایہ والنہایہ - ابن کثیر

جلد 8، صفحہ 55-40

(حضرت حسنؑ کی خلافت، صلح نامہ، اور وفات کا بیان)

• تاریخ ائمہ - جلال الدین سیوطی

صفحہ 194-191

(حضرت حسنؑ کے نسب، خلافت، صلح اور شہادت کا ذکر)

• صلح حسن و معاویہ - ویکیپیڈیا مضمون

(پس منظر، صلح کی شرائط، اور اس کے اثرات کی تفصیل)

- 
1. حضرت حسنؑ اسلام کے کتنے دیں خلیفہ تھے؟
2. حضرت حسنؑ کے والد اور والدہ کا کیا نام تھا؟
3. حضرت حسنؑ نے خلافت کس کے ساتھ صلح کر کے چھوڑی؟
4. حضرت حسنؑ نے خلافت کیوں چھوڑی؟
5. حضرت حسنؑ نے مدینہ میں کیا کام کیا کرتے تھے؟
6. حضرت حسنؑ کو کہاں دفن کیا گیا؟
- 



(39)

## ♦ واقعہ کربلا: سچائی کی عظیم قربانی ♦

اکیس بھری میں عراق کے علاقے کربلا میں ایک دل سوز اور عبرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے فرزند اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے تھے، اسی مقام پر شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ سچائی اور انصاف کے لیے جان دینا بھی عظمت کی علامت ہے۔ حضرت حسینؑ نہایت مہربان، بہادر اور حق پرست تھے۔ وہ اور ان کے بھائی حضرت حسنؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے تھے۔ حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے یزید نے خلافت سنپھالی، لیکن بہت سے مسلمانوں نے اسے خلیفہ مانتے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اسلامی اصولوں پر عمل نہیں کرتا تھا۔

اہل کوفہ نے حضرت حسینؑ کو خطوط لکھے اور دعوت دی کہ آپ ہمارے سردار بنیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت حسینؑ نے مدینہ سے کوفہ کی طرف سفر کیا اور اپنے اہل خانہ اور چند وفادار ساتھیوں کو ساتھ لے لیا۔ راستے میں انہیں اطلاع ملی کہ اہل کوفہ یزید کے دباؤ میں آکر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اس کے باوجود حضرت حسینؑ نے حق کی راہ پر قائم رہتے ہوئے سفر جاری رکھا۔

یزید کے گورنر عبد اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو فوجی قیادت سونپی، جس نے حضرت حسینؑ کو کربلا کے میدان میں محصور کر لیا۔ ان پر پانی بند کر دیا گیا، یہاں تک کہ بچوں کو بھی پیاسار کھا گیا۔

کربلا کے میدان میں حضرت حسینؑ کے ساتھ تقریباً 72 افراد تھے، جن میں اہل بیت، اصحاب اور پچے شامل تھے۔ حضرت حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دی کہ جو جانا چاہے، جاسکتا ہے، مگر کسی نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ دس محرم الحرام کو جنگ کا آغاز ہوا۔ حضرت حسینؑ کے ساتھیوں نے بے مثال بہادری کا مظاہرہ کیا۔ ان کے بھائی حضرت عباسؑ، سعیج حضرت قاسمؑ اور بیٹے حضرت علیؓ کبھی نے جانشناختی سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ یہاں تک کہ حضرت حسینؑ کے شیر خوار بیٹے حضرت علیؓ اصغرؓ کو بھی ظالمانہ طور پر شہید کر دیا گیا۔

آخر میں حضرت حسینؑ نہما میدان میں کھڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا:

"میں تج کے لیے لڑ رہا ہوں، کیا تم اسلام کو بھول گئے ہو؟"

مگر دشمنوں نے ان کی بات نہ سنی۔ انہوں نے حضرت حسینؑ کو گھیر کر شہید کر دیا۔ ان کے جسم پر بے شمار زخم تھے اور میدان کربلاخون سے بھر گیا تھا۔

حضرت حسینؑ کے اہل خانہ کو پہلے کوفہ اور پھر دمشق لے جایا گیا، جہاں انہیں یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ واقعہ کربلا نے امتِ مسلمہ کے دلوں میں گہرے رنج و غم کو جنم دیا۔ حضرت حسینؑ کی قربانی اسلام کے لیے ایک عظیم مثال ہے۔ انہوں نے سچائی، انصاف اور دین کی سر بلندی کے لیے اپنی جان دے دی۔

آج بھی مسلمان انہیں یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

"حسینؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے تھے، جنہوں نے حق کی خاطر جان قربان کر دی۔"

### مستند حوالہ جات:

- ابن کثیر، البدایہ والنهایہ، ج ۸، ص ۱۸۵-۲۰۰
- ترمذی، حدیث نمبر: 3775
- یعقوبی، تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۲۰-۲۳۰

1. حضرت حسینؑ کے بیٹے اور کس کے نواسے تھے؟
2. حضرت حسینؑ کو اہل کوفہ نے کیا دعوت دی تھی؟
3. حضرت حسینؑ کے ساتھ کر بلا میں کتنے افراد تھے؟
4. حضرت حسینؑ کے شیر خوار بیٹے کا کیا نام تھا؟
5. حضرت حسینؑ کو کس تاریخ کو شہید کیا گیا؟
6. حضرت حسینؑ نے اپنی قربانی کس مقصد کے لیے دی؟



(40)

## معاویہ بن ابی سفیان اور اموی خلافت کا آغاز

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھوڑنے کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اسلامی خلافت کے خلیفہ بنے۔ وہ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور اموی خاندان کے پہلے خلیفہ تھے۔ ان کے دور میں اسلام مزید پھیل گیا۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت کے لیے علم، صبر اور دوراندیشی کی ضرورت ہوتی ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ ایک نہایت عقلمند، بربار اور باصلاحیت حکمران تھے۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط بحریہ قائم کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں انہوں نے خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور جنگ صفين میں ان کے ساتھ مقابلہ کیا۔ بعد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد خلافت سنپھالی۔ انہوں نے دمشق کو اپنادار الحکومت بنایا، جو اسلام کی پہلی موروثی خلافت یعنی اموی خلافت کا آغاز تھا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں نے کئی علاقوں کو فتح کیا، جن میں شمالی افریقہ اور ایشیائے کوچک شامل ہیں۔ انہوں نے رومیوں کے خلاف سمندر کے راستے جنگ کی اور قسطنطینیہ کے قریب تک پہنچ گئے۔ ان کے دور میں مسلم شہروں میں مساجد، سڑکیں، اور تعلیمی ادارے تعمیر کیے گئے۔ انہوں نے انتظامی اصلاحات کیں، جیسے ڈاک کا نظام، فوجی کمپ، اور سرکاری دفاتر کی تنظیم۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صبر و تحمل سے حکومت کی۔ وہ باغیوں سے بات چیت کے ذریعے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے درمیان اتحاد بحال کرنے کی کوشش کی۔ تاہم، ان کے ایک فیصلے پر امت میں اختلاف پیدا ہوا۔ جب انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو خلافت کے لیے نامزد کیا۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ خلافت انتخابی طریقے سے ہونی چاہیے، نہ کہ موروثی طور پر۔ یہی فیصلہ بعد میں واقعہ کربلا کی بنیاد بنا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات دمشق میں ہوئی۔ وہ تقریباً 20 سال تک خلافت پر فائز رہے۔ ان کے دور میں اسلامی ریاست مضبوط اور منظم ہوئی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، عقائد، دوراندیش اور سیاسی بصیرت رکھنے والے حکمران تھے۔ ان کی خلافت اموی خاندان کا آغاز تھی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت کا مطلب امت کی خدمت، امن کا قیام، اور حکمت سے فیصلہ کرنے ہے۔

### حال جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، ج ۲، ص ۱۸۰-۲۰۰
- ابن کثیر، البدا و النہایہ، ج ۸، ص ۱۲۰-۱۳۰
- صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2705 (عمومی صبر و قیادت کے باب میں)
- یعقوبی، تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۰۰-۲۱۵

1. حضرت معاویہؓ کس خاندان کے پہلے خلیفہ تھے؟

2. حضرت معاویہؓ نے خلافت کس سے صلح کے بعد سنگھائی؟

3. حضرت معاویہؓ نے دار الحکومت کس شہر کو بنایا؟

4. حضرت معاویہؓ نے مسلمانوں کے لیے کون سی فوجی طاقت قائم کی؟
  5. حضرت معاویہؓ نے خلافت کے لیے اپنے بیٹے کو کیا نامزد کیا؟
  6. حضرت معاویہؓ کی وفات کہاں ہوئی؟



(41)

## بیزید بن معاویہ اور ان کے زمانے کا قصہ

حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد ان کا بیٹا بیزید بن معاویہ اموی خاندان ان کا خلیفہ بنا۔ ان کے دور میں بعض اہم واقعات رونما ہوئے، جیسے واقعہ کربلا، واقعہ حرمہ، اور مکہ مکرمہ میں بغاوت۔ ان کی خلافت کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت کے لیے انصاف اور اسلام کے اصولوں کی اطاعت ضروری ہے۔

بیزید مشق میں خلیفہ بنا۔ ان کے والد حضرت معاویہؓ نے اپنی زندگی میں ہی ان کے لیے بیعت لی تھی، جس پر بہت سے صحابہ اور تابعین نے اعتراض کیا۔ حضرت حسین بن علیؑ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور دیگر بزرگوں نے بیزید کی خلافت کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ ان کا موقف تھا کہ بیزید نے اسلام کے اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے، اس لیے اسے خلیفہ بننے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اسی اختلاف رائے کی وجہ سے واقعہ کربلا پیش آیا، جہاں حضرت حسینؑ اور ان کے اہل بیعت کو شہید کیا گیا۔

کربلا کے بعد ایک اور اہم واقعہ "واقعہ حرمہ" ہے۔ اہل مدینہ نے بیزید کے خلاف بغاوت کی اور کہا کہ ہم بیزید کو خلیفہ تسلیم نہیں کریں گے۔ بیزید نے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں ایک بڑی فوج مدینہ بھیجی۔ اس فوج نے مدینہ پر حملہ کیا، جس میں بہت سے صحابہ، تابعین اور عام مسلمان شہید ہوئے۔ اہل مدینہ کو شکست ہوئی۔ یہ واقعہ مسلمانوں کے لیے انتہائی افسوسناک تھا۔ بیزید کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں بھی بغاوت ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بیزید کی وفات سے پہلے ہی خلافت کا دعویٰ کیا اور اہل حجاز نے ان کی بیعت کی۔ بیزید نے مکہ پر لشکر کشی کی۔ فوج

نے خانہ کعبہ کے قریب جنگ کی، اور مخفیت سے حملے کے نتیجے میں خانہ کعبہ کو آگ لگ گئی، جس سے اس کے کپڑے اور دیواریں متاثر ہوئیں۔ اس واقعے نے مسلمانوں میں مزید بے چینی پیدا کر دی۔

یزید کی خلافت صرف تین سال تک قائم رہی۔ ان کی وفات دمشق میں ہوئی۔ ان کے بعد اموی خلافت میں مزید افراطی پھیل گئی۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یزید کے زمانے میں امتِ مسلمہ میں تقسیم میں اضافہ ہوا۔ ان کی حکومت کے بارے میں مسلمانوں میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ انہوں نے غلطی کی، کچھ کہتے ہیں کہ وہ حالات کا شکار ہوئے۔ یزید کے زمانے کے واقعات مسلمانوں کے لیے ایک عظیم سبق ہیں۔ یہ قصہ ہمیں سمجھاتا ہے کہ خلیفہ کی ذمہ داری صرف حکومت نہیں بلکہ امت کو اسلام کے اصولوں کے مطابق متعدد کرنا ہے۔ واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ جیسے واقعات مسلمانوں کے ذہنوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

### حوالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۷، صفحہ ۳۰۔
- ابن کثیر، البدا و النہای، جلد ۸، صفحہ ۲۳۰۔
- یعقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد ۲، صفحہ ۲۶۵۔
- (ا) اگر حدیث ترمذی نمبر 3780 کا تعلق یزید یا ان واقعات سے ہے تو اس کا متن اور سیاق و باقی شامل کیا جاسکتا ہے (

1. یزید بن معاویہ کس خاندان کے خلیفہ تھے؟
2. حضرت حسینؑ نے یزید کی خلافت کو کیوں قبول نہیں کیا؟

3. واقعہ حرمہ کس شہر میں پیش آیا؟
  4. یزید کے زمانے میں خانہ کعبہ کو کس واقعہ میں نقصان پہنچا؟
  5. حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے کہاں خلافت کا دعویٰ کیا؟
  6. یزید کی خلافت کتنے سال تک قائم رہی؟
- 



(42)

## حضرت عبد اللہ بن زیبر رضی اللہ عنہ کی مکہ میں خلافت اور شہادت

یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ میں ایک بڑی تحریک ابھری۔ حضرت عبد اللہ بن زیبر رضی اللہ عنہ، جو نبی کریم ﷺ کے صحابی، حضرت زیبر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماعیل بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے، نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ ان کی قیادت میں اہل جاز نے یزید کی موروٹی خلافت کو مسترد کر دیا اور اسلام کے اصولوں پر مبنی قیادت کی حمایت کی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ اسلام کے لیے حق کی راہ پر ڈٹ جانا ضروری ہے، چاہے دشمن کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔

یزید کے دور میں واقعہ کربلا اور واقعہ حرمہ کے بعد مسلمانوں میں بے چینی بڑھ گئی۔ مدینہ اور مکہ کے لوگ یزید کی خلافت کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ حضرت عبد اللہ بن زیبر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں لوگوں کو جمع کیا اور اعلان کیا کہ خلافت اسلام کے اصولوں کے مطابق ہوگی، نہ کہ موروٹی انداز میں۔ لوگوں نے ان سے بیعت کی اور انہوں نے مکہ کو اپنادار حکومت بنایا۔ یزید کی زندگی کے آخری ایام میں حصین بن نمیر کی قیادت میں ایک لشکر مکہ پر حملہ آور ہوا، لیکن یزید کی موت کی خبر ملنے پر وہ لشکر واپس چلا گیا۔ یزید کی وفات کے بعد اموی خلافت میں انتشار پیدا ہوا، جس کا فائدہ حضرت عبد اللہ بن زیبر رضی اللہ عنہ کو ملا۔ ان کی خلافت مضبوط

ہوئی اور انہوں نے چجاز، عراق، اور مصر کے کچھ علاقوں پر کنٹول حاصل کیا۔ ان کے بھائی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ عراق کے گورنر بنے۔

تاہم اموی خاندان نے مردان بن حکم اور بعد میں اس کے بیٹے عبد الملک بن مردان کی قیادت میں دوبارہ طاقت حاصل کی۔ عبد الملک نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ اس نے اپنے سپہ سالار حاج بن یوسف کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ مکہ روانہ کیا۔ حاج نے مکہ کا سخت محاصرہ کیا اور مخفیق سے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی، جس سے خانہ کعبہ کو نقصان پہنچا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

"ہم اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں، خوف نہ کرو۔"  
ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بھی انہیں حوصلہ دیا اور فرمایا:  
"اللہ کی راہ میں شہادت بہت بڑی عزت ہے، ہمت نہ ہارنا۔"

بالآخر، شدید لڑائیوں کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اموی لشکر نے مکہ پر قبضہ کر لیا۔ ان کی شہادت مسلمانوں کے لیے انتہائی افسوسناک واقعہ تھی، اور ان کی قربانی تاریخ اسلام میں ایک روشن مثال بن گئی۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت اسلام کے لیے ایک عظیم کوشش تھی۔ انہوں نے حق، عدل، اور اصولوں کی خاطر جان دی۔ وہ بہادر، صابر، اور نبی کریم ﷺ کے ترتیب یافہ صحابی تھے۔ ان کی زندگی ہمیں سمجھاتی ہے کہ حق کی راہ پر ثابت قدم رہنا ہی اصل کا میابی

ہے۔

### حوالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۷، صفحہ ۵۰-۷۰
- ابن کثیر، البر ایں وانہایہ، جلد ۸، صفحہ ۲۷۰-۲۹۰
- یعقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد ۲، صفحہ ۲۷۰-۲۸۵
- صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2470 (اگر اس حدیث کا تعلق حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت یا شہادت سے ہو تو اس کا متن شامل کیا جاسکتا ہے)

1. حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے والد اور والدہ کا کیا نام تھا؟

2. حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کہاں کیا؟

3. حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے بھائی کا کیا نام تھا اور وہ کہاں کے گورنر تھے؟

4. حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے خلاف اموی شکر کی قیادت کس نے کی؟

5. خانہ کعبہ کو کس واقعے میں نقصان پہنچا؟

6. حضرت اسماءؓ نے اپنے بیٹے کو شہادت سے پہلے کیا نصیحت کی؟

(43)

## عبدالملک بن مروان اور اموی خلافت کی بحث

یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اموی خلافت کمزور ہو گئی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں خلافت کا اعلان کیا، اور اہل حجاز، عراق، اور مصر کے کئی علاقوں نے ان کی بیعت کی۔ دوسری طرف، شام میں اموی خاندان انتشار کا شکار تھا۔ مروان بن حکم نے خلافت سنبھالی اور بناویہ کو متعدد کرنے کی کوشش کی، لیکن جلد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد ان کا پیٹا عبد الملک بن مروان خلیفہ بنا۔

عبدالملک ایک علم مند، دوراندیش اور باصلاحیت حکمران تھے۔ انہوں نے کہا:  
"اموی خلافت کو دوبارہ مضبوط کروں گا۔"

ان کے دور میں کئی بغاوتیں ہوئیں۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ کو دارالحکومت بنیا اور عراق سمیت کئی علاقوں میں خلافت قائم کی۔ خوارج اور دیگر گروہ بھی مختلف علاقوں میں بغاوت کر رہے تھے۔

عبدالملک نے ان بغاوتوں کو ختم کرنے کے لیے اپنے سپہ سالار جاج بن یوسف کو مقرر کیا۔ جاج نے مکہ کا سخت حصارہ کیا، مخفیق سے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی، اور شدید لڑائی کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اس فتح نے اموی خلافت کو دوبارہ مستحکم کر دیا۔

عبدالملک نے خلافت کو منظم کرنے کے لیے کئی اہم اقدامات کیے:

• عربی کو سرکاری زبان بنایا، تاکہ اسلامی شاخہ مضبوط ہو۔

- نئے اسلامی سکے جاری کیے جن پر قرآن کی آیات درج تھیں
- دمشق میں عظیم الشان جامع اموی مسجد تعمیر کروائی
- یروشلم میں قبیلہ الصخرہ (چٹان کا گنبد) تعمیر کر دیا، جو آج بھی اسلامی فرنی تعمیر کا شاہکار ہے

ان کے دور میں اسلامی سلطنت نے مزید وسعت اختیار کی۔ شمالی افریقہ میں موسیٰ بن نصیر نے فتوحات حاصل کیں، اور اسپین کی فتح کا آغاز طارق بن زیاد کے ذریعہ ہوا، جو عبد الملک کے بیٹے ولید کے دور میں کامل ہوئی۔ سلطی ایشیا میں بھی اسلامی فتوحات جاری رہیں۔

عبد الملک بن مروان دمشق میں وفات پا گئے، اور ان کے بعد ان کا بیٹا ولید بن عبد الملک خلیفہ بنا۔ عبد الملک کی خلافت اموی خاندان کے لیے ایک سنہری دور ثابت ہوئی۔ وہ ایک عقائد، دلیر اور منصوبہ ساز حکمران تھے۔

یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت کے لیے علم، ہمت، اور حکمت عملی ضروری ہے۔ عبد الملک نے انتشار کے دور میں امت کو منظم کیا اور اسلامی ریاست کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔

### حوالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الاسم والملوک، جلد ۷، صفحہ ۱۰۰—۱۲۰
- ابن کثیر، البدايی والنهایی، جلد ۹، صفحہ ۱۰۰—۳۰
- بلاذری، فتوح السبلدان، صفحہ ۲۵۰—۲۶۵
- یاقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد ۲، صفحہ ۳۰۰—۳۱۵

1. عبد الملک بن مروان کس خاندان کے خلیفہ تھے؟

2. حضرت عبد اللہ بن زیبرؓ نے خلافت کا اعلان کہاں کیا تھا؟
  3. عبد الملک نے بغاوتوں کو ختم کرنے کے لیے کس سپہ سالار کو مقرر کیا؟
  4. عبد الملک نے سرکاری زبان کیا مقرر کی؟
  5. عبد الملک کے دور میں یروشلم میں کون سی مشہور عمارت تعمیر ہوئی؟
  6. عبد الملک کے بعد خلافت کس کے پاس گئی؟
- 



(44)

## حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ: انصاف کی روشنی

عبدالملک بن مروان کے بعد اموی خاندان میں ایک ایسا خلیفہ آیا جسے تاریخ "عمر ثانی" کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تھے۔ عدل و تقویٰ کی علامت، جن کی خلافت اسلام کے لیے ایک سنہری دور ثابت ہوئی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ حکومت صرف اقتدار نہیں، بلکہ انصاف، دینات اور خدمت کا نام ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ، خلیفہ عبد الملک بن مروان کے بھتیجے تھے۔ خلافت سے قبل وہ مدینہ کے گورنر تھے، جہاں انہوں نے علم، دینات اور سادگی کی مثال قائم کی۔ جب وہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اپنی پر تیش زندگی ترک کر دی۔ انہوں نے فرمایا:

"میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سادہ زندگی کو اپناوں گا۔"

انہوں نے اپنی ذاتی جائیداد غریبوں میں تقسیم کر دی، سادہ بس پہنچا شروع کیا، اور بیت المال کو عوام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے زکوٰۃ کے نظام کو اس قدر منظم کیا کہ بعض علاقوں میں کوئی مستحق باقی نہ رہتا۔ ان کے دور میں زکوٰۃ کی رقم اتنی زیادہ جمع ہوتی تھی کہ اسے تقسیم کرنے کے لیے مستحقین تلاش کرنا مشکل ہو جاتا۔ انہوں نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی نرمی اور انصاف کا مظاہرہ کیا۔ نو مسلموں سے جزیہ لینا بند کر دیا اور مذہبی آزادی کو یقینی بنایا۔

انہوں نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کو عام کیا۔ علماء سے مشورہ لیتے، ان کا احترام کرتے، اور ان کی سرپرستی کرتے تھے۔ انہوں نے حدیث کی تدوین کا آغاز کیا اور امام ابن شہاب الزہری جیسے جید علماء کو اس کام پر مأمور کیا۔ انہوں نے گورنزوں کو سختی سے بدبایت دی کہ عوام کے ساتھ انصاف کریں، ظلم نہ کریں، اور بیت المال کو امانت سمجھیں۔ ان کے دور میں مساجد، مدارس اور رفاقتی ادارے قائم ہوئے، اور مسلم ریاست امن و خوشحالی سے بھر گئی۔ افسوس کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی خلافت صرف دو سال تک قائم رہی۔ بعض اموی سرداران کی اصلاحات سے ناخوش تھے۔ بعض روایات کے مطابق انہیں زہر دیا گیا، لیکن اس پر مسخر خیں میں اختلاف ہے۔ یہاری کے دوران انہوں نے فرمایا:

"اللہ نے مجھے حق کی راہ دکھائی، اور اب میں اسی کی طرف لوٹ رہا ہوں۔"

وہ شام میں وفات پا گئے اور دفن ہوئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی خلافت مسلمانوں کے لیے ایک روشن مثال ہے۔ وہ انصاف پسند، پر ہیزگار، اور اسلام کے سچے خادم تھے۔ ان کی زندگی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت کا مطلب اللہ کی رضا کے لیے جینا، اور بندوں کے ساتھ عدل و احسان کرنا ہے۔

### حوالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۷، صفحہ ۲۵۰-۲۷۰
- ابن کثیر، البداية والنهاية، جلد ۹، صفحہ ۱۹۰-۲۱۰
- ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، جلد ۳، صفحہ ۱۲۰-۱۳۰

• مسند احمد، حدیث نمبر: 23560 (اگر اس حدیث کا سیاق حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے متعلق ہو)

1. حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو تاریخ میں کس لقب سے یاد کیا جاتا ہے؟
2. خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کس شہر کے گورنر تھے؟
3. حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنی زندگی میں کیا تبدیلی کی؟
4. حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے زکوٰۃ کا نظام کیا بنایا؟
5. حدیث کی تدوین کے لیے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے کس عالم کو مقرر کیا؟
6. حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی خلافت کتنے سال تک قائم رہی؟



(45)

## اموی خلافت کا زوال اور عباسی خلافت کا آغاز

ہجری 132 میں اسلامی تاریخ کا ایک اہم موڑ آیا۔ تقریباً ایک صدی تک قائم رہنے والی اموی خلافت کا خاتمه ہوا اور اس کی جگہ عباسی خلافت نے لے لی۔ یہ واقعہ ہمیں سمجھاتا ہے کہ کوئی بھی حکومت انصاف، عدل اور عوامی حمایت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔

اموی خلافت نے اپنے ابتدائی دور میں اسلام کو اپین سے وسطی ایشیا تک پھیلایا۔ ان کے دور میں فتوحات، علمی ترقی اور انتظامی نظم موجود تھا۔ لیکن آخری دور میں کئی مسائل نے جنم لیا۔ بعض خلفاء نے پرتعیش زندگی اختیار کی، عوامی فلاج کو نظر انداز کیا، اور عرب وغیر عرب مسلمانوں کے درمیان امتیاز بر تا۔ خوارج، شیعہ اور دیگر گروہوں نے ان کے خلاف بغاوتیں شروع کیں۔

اسی زمانے میں عباسی خاندان، جو نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی نسل سے تھا، نے امویوں کے خلاف تحریک شروع کی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اسلام کی اصل تعلیمات اور عدل پر مبنی خلافت کو بحال کریں گے۔ ان کی تحریک کا قائد ابو مسلم خراسانی تھا، جو ایک قابل اور مدبر جرنیل تھا۔ اس نے خراسان (موجودہ ایران کا مشرقی علاقہ) میں لوگوں کو جمع کیا، سیاہ حجنڈے بلند کیے، اور اعلان کیا کہ ہم بنوامیہ کے ظلم کے خلاف جہاد کریں گے۔ عباسی تحریک کو عوامی حمایت حاصل ہوئی۔ وہ کوفہ پہنچ اور ابوالعباس السفاح کو خلیفہ مقرر کیا۔ اموی خلافت کے آخری خلیفہ مروان بن محمد نے عباسیوں کے خلاف ایک بڑی فوج تیار کی۔ دونوں لشکروں کے درمیان فیصلہ کن جنگ دریائے زاب کے کنارے ہوئی، جس میں

عباسیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ مروان فرار ہو کر مصر پہنچا، جہاں وہ گرفتار ہو کر قتل کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

عباسیوں نے دمشق میں داخل ہو کر اموی خاندان کے کئی افراد کو قتل کیا۔ تاہم اموی شہزادہ عبدالرحمن فرار ہو کر اندر لس (اسپین) پہنچا، جہاں اس نے اموی حکومت کی بنیاد رکھی، جو کئی صدیوں تک قائم رہی۔ عباسیوں نے ابتداء میں کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنایا، اور بعد میں بغداد کو اسلامی دنیا کا علمی و سیاسی مرکز بنادیا۔

عباسیوں نے اعلان کیا کہ ان کی حکومت قرآن و سنت کی بنیاد پر قائم ہو گی۔ ان کے دور میں علم، فلسفہ، طب، اور دیگر علوم کو فروغ ملا۔ یہ تبدیلی اسلامی ریاست کے لیے ایک نیا باب ثابت ہوئی۔

اموی خلافت کا زوال اور عباسی خلافت کا آغاز مسلمانوں کے لیے ایک اہم سبق ہے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ حکمرانی صرف طاقت سے نہیں، بلکہ عدل، دیانت اور عوامی خدمت سے قائم رہتی ہے۔

### حوالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۸، صفحہ ۱۰۰—۱۲۰
- ابن کثیر، السدایہ والتهابیہ، جلد ۱۰، صفحہ ۳۰—۳۰
- بلاذری، فتوح السبلدان، صفحہ ۳۰۰—۳۱۵
- یعقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد ۳، صفحہ ۱۰۰—۱۱۵

1. اموی خلافت کا خاتمہ کس ہجری سال میں ہوا؟

2. عباسی تحریک کا قائد کون تھا؟
  3. عباسیوں نے کس شہر کو اپنا پہلا دارالحکومت بنایا؟
  4. اموی خلافت کے آخری خلیفہ کا کیا نام تھا؟
  5. اموی شہزادہ عبدالرحمن کہاں فرار ہو کر گیا؟
  6. عباسی خلافت نے اپنی حکومت کس بنیاد پر قائم کرنے کا اعلان کیا؟
- 



(46)

## ابوالعباس صفّاح: عباسی خلافت کے پہلے خلیفہ کا قصہ

اموی خلافت کے خاتمے کے بعد عباسی خاندان نے خلافت سنبھالی۔ عباسیوں کے پہلے خلیفہ ابو العباس صفّاح تھے، جو نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی نسل سے تھے۔ ان کی مختصر مگر موثر حکمرانی اسلامی ریاست کے لیے ایک نیا آغاز ثابت ہوئی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت کے لیے یہت، عدل اور اتحاد ضروری ہے۔

ابوالعباس عباسی بغوات کے اہم رہنما تھے۔ ان کے بھائی ابراہیم بن محمد نے بنو امیہ کے خلاف بغوات کی منصوبہ بندی کی، لیکن وہ گرفتار ہو کر قتل کر دیے گئے۔ اس کے بعد ابوالعباس نے قیادت سنبھالی۔ انہوں نے ابو مسلم خراسانی جیسے قابل جرنیلوں کے ساتھ مل کر اموی خلافت کے خلاف جنگ کی۔ دریائے زاب کے کنارے فیصلہ کن جنگ میں عباسیوں کو فتح حاصل ہوئی، جس کے بعد کوفہ کے لوگوں نے ابوالعباس کو خلیفہ مقرر کیا۔

انہوں نے "صفّاح" اُنکا لقب اختیار کیا، جس کا مطلب ہے "خون بہانے والا"۔ یہ لقب امویوں کے خلاف سخت انتقامی کارروائی کی علامت بن گیا۔ ابوالعباس نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا:

"ہم رسول اللہ ﷺ کے حنادان کی اولاد ہیں، اور ہم اسلام میں عدل و

اصاف بجال کریں گے۔"

انہوں نے کوفہ کو عباسی خلافت کا ابتدائی دار الحکومت بنایا۔

ان کا پہلا اقدام اموی اثرور سوخ کو ختم کرنا تھا۔ انہوں نے بنو امیہ کے کئی افراد کو قتل کروایا تاکہ دوبارہ بغاوت نہ ہو۔ تاہم، اموی شہزادہ عبدالرحمن فرار ہو کر انڈ لس (اسپین) پہنچ گیا، جہاں اس نے اموی حکومت کی بنیاد رکھی۔

ابوالعباس کے دور میں کئی بغاو تیں ہوئیں، جن میں خوارج اور بعض شیعہ گروہ شامل تھے۔ انہوں نے ابو مسلم خراسانی کو ان بغاوتوں کو دباؤنے کے لیے روانہ کیا۔ ابو مسلم نے نئے گورنر مقرر کیے اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد بحال کرنے کی کوشش کی۔ ابوالعباس نے علماء کا احترام کیا، قرآن و حدیث کی تعلیمات کو عام کیا، اور خلافت کو دینی بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کی۔

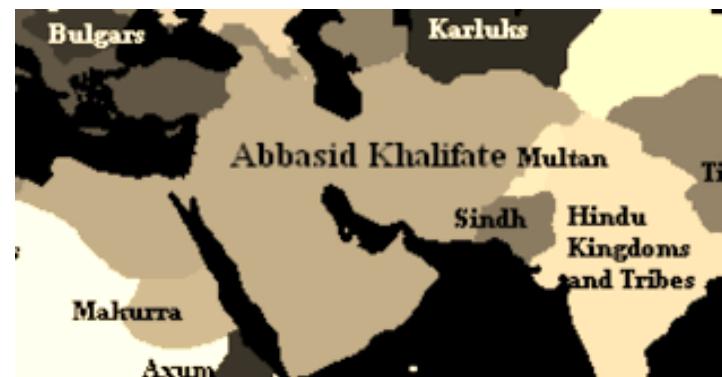
ابوالعباس کی خلافت صرف چار سال تک قائم رہی۔ وہ انبار شہر میں بیمار ہو گئے اور وہیں وفات پا گئے۔ مرنے سے قبل انہوں نے اپنے بھائی ابو جعفر المنصور کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اگرچہ ان کی حکومت مختصر تھی، لیکن انہوں نے عباسی خلافت کی بنیاد مضبوطی سے رکھ دی۔ وہ بہادر، مدد بر اور رسول اللہ ﷺ کے نسب کی شان کے حامل تھے۔

یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت صرف اقتدار نہیں، بلکہ سچائی، عدل اور امت کے اتحاد کے لیے جدوجہد کا نام ہے۔

### حوالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۸، صفحہ ۱۵۰-۱۷۰
- ابن کثیر، البداية والنهاية، جلد ۱۰، صفحہ ۵۰-۷۰
- یعقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد ۳، صفحہ ۱۲۰-۱۳۵
- مسعودی، مسروق الذهب، جلد ۳، صفحہ ۲۰۰-۲۱۵

- 
1. ابوالعباس صفّاح کس خاندان کے پہلے غلیفہ تھے؟
  2. ابوالعباس صفّاح نے خلافت کے لیے کس شہر کو دارالحکومت بنایا؟
  3. ابوالعباس صفّاح نے کس جرنیل کے ساتھ مل کر امویوں کے خلاف جنگ کی؟
  4. اموی شہزادہ عبدالرحمن کہاں فرار ہو کر گیا؟
  5. ابوالعباس صفّاح کی خلافت کتنے سال تک قائم رہی؟
  6. ابوالعباس صفّاح کے بعد خلافت کس کو ملی؟
- 



(47)

## ابو جعفر المنصور: عباسی خلافت کی بنیاد کا قصہ

ابو العباس صفاری وفات کے بعد ان کے بھائی ابو جعفر المنصور عباسی خلافت کے دوسرے خلیفہ بنے۔ وہ ایک باخبر، دوراندیش اور باصلاحیت حکمران تھے۔ ان کی قیادت میں عباسی خلافت نے استحکام حاصل کیا اور بغداد جیسے عظیم شہر کی بنیاد رکھی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت کے لیے علم، حکمت اور منصوبہ بندی ضروری ہے۔

خلافت سنبھالتے ہی ابو جعفر کو کئی چیلنجز کا سامنا کرن پڑا۔ ان کے چچا عبد اللہ بن علی نے خلافت کا دعویٰ کیا اور بغاؤت کی، جسے ابو جعفر نے اپنے سپہ سالار ابو مسلم خراسانی کے ذریعے دبایا۔ تاہم، ابو مسلم کا بڑھتا ہوا اثر و سور سونخ ابو جعفر کے لیے خطرہ بننے لگا۔ انہوں نے ابو مسلم کو دربار میں بلا یا اور اسے قتل کروادیا۔ یہ فیصلہ سیاسی طور پر تنازع تھا، لیکن خلافت کے استحکام کے لیے ضروری سمجھا گیا۔

ابو جعفر المنصور کا سب سے عظیم کار نامہ بغداد شہر کی تعمیر تھا۔ انہوں نے دریائے دجلہ کے کنارے ایک بنیاد ایجاد کی، جس کے وسط میں خلیفہ کا محل اور جامع مسجد واقع تھی۔ شہر کو گول شکل میں تعمیر کیا گیا، جس کے وسط میں خلیفہ کا محل اور جامع مسجد واقع تھی۔ بغداد جلد ہی اسلامی دنیا میں علم، تجارت، ثقافت اور سیاست کا مرکز بن گیا۔

ابو جعفر نے عدل و انصاف کے لیے نئے قوانین وضع کیے۔ وہ علماء کا احترام کرتے تھے اور حدیث و فرقہ کی تعلیمات کو فروع غدیرتے تھے۔ انہوں نے گورنمنٹ پر سخت نگرانی رکھی اور عوامی فلاح کو ترجیح دی۔ اگرچہ شیعہ اور خوارج گروہ ان کے خلاف سرگرم رہے، لیکن انہوں نے

خلاف کو متعدد رکھنے کی بھروسہ کو شش کی۔ انہوں نے فوج کو منظم کیا اور رومنی سلطنت کے خلاف سرحدی جنگیں بھی جاری رکھیں۔

ابو جعفر المنصور کی حکومت تقریباً 21 سال تک قائم رہی (754ء تا 775ء)۔ وہ حج کے سفر پر تھے جب انبار شہر کے قریب ان کی وفات ہوئی۔ ان کے بعد ان کا بیٹا مہدی عباسی خلافت کا خلیفہ بنا۔ ابو جعفر کو "المنصور" یعنی "فتح یافہ" کہا جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے عباسی خلافت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔

وہ ایک عظیمند، دوراندیش اور اسلام سے وابستہ حکمران تھے۔ ان کی زندگی ہمیں سمجھاتی ہے کہ قیادت صرف اقتدار نہیں، بلکہ علم، عدل اور امت کی خدمت کا نام ہے۔

### حالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۸، صفحہ ۲۰۰—۲۳۰
- ابن کثیر، السبد اسی و النہاسیه، جلد ۱۰، صفحہ ۱۰۰—۱۲۰
- مسعودی، مسروج الذہب، جلد ۳، صفحہ ۲۵۰—۲۷۰
- یعقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد ۳، صفحہ ۱۵۰—۱۷۰

1. ابو جعفر المنصور عباسی خلافت کے کتنے دیں خلیفہ تھے؟

2. ابو جعفر المنصور نے کس شہر کی بنیاد رکھی؟

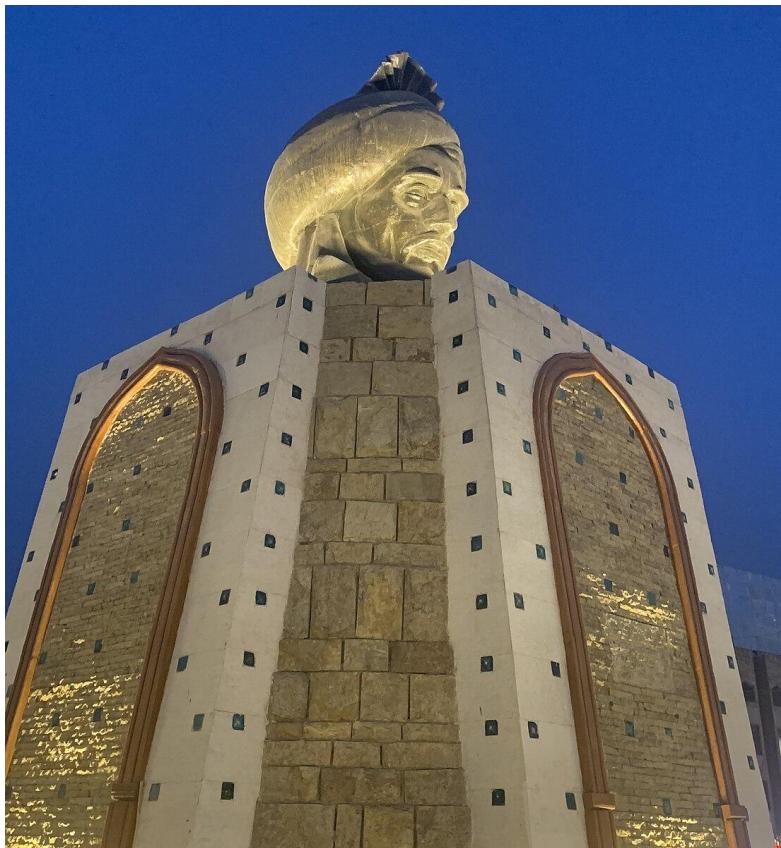
3. ابو جعفر المنصور نے اپنے سپہ سالار ابو مسلم کے ساتھ کیا کیا؟

4. بغداد شہر کو کیا نام دیا گیا تھا؟

5. ابو جعفر المنصور کی حکومت کتنے سال تک قائم رہی؟

6. ابو جعفر المنصور کے بعد خلافت کس کو ملی؟

---



(48)

## ہارون الرشید اور عباسی خلافت کے عروج کی کہانی

دوسری صدی ہجری میں عباسی خلافت اپنے شاندار دور سے گزر رہی تھی۔ عباسی خاندان کے پانچویں خلیفہ ہارون الرشید کے دور حکومت میں بغداد علم، تجارت اور ثقافت کا مرکز بن گیا۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ قیادت، علم اور انصاف کا امتران اسلامی ریاست کو مضبوط کرتا ہے۔ ہارون الرشید خلیفہ مہدی کے بیٹے تھے۔ جب وہ خلیفہ بنے تو ان کی عمر تقریباً 22 سال تھی۔ وہ مسجد میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں قرآن و سنت کے مطابق حکومت کروں گا۔ وہ بہت مذہبی اور عقائد تھے۔ وہ اکثر حج کرتے تھے اور رومیوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیتے تھے۔ لوگ انہیں "الرشید" کہتے تھے، جس کا مطلب ہے "النصاف پند"۔

ہارون کے زمانے میں بغداد دنیا کا سب سے خوشحال شہر تھا۔ انہوں نے "بیت الحکمت" کی بنیاد رکھی، جسے بعد میں ان کے بیٹے مامون نے مزید وسعت دی۔ یونانی، فارسی اور ہندوستانی کتابوں کا یہاں ترجمہ کیا گیا۔ علم کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے علم بغداد آئے تھے۔ ہارون کے دربار میں شاعروں، سائنس دانوں اور فقہاء کا احترام کیا جاتا تھا۔ ان کے دور میں اسلامی علوم، ریاضی اور طب نے بہت ترقی کی۔

ہارون کے دور میں مسلم ریاست بہت بڑی تھی۔ اس نے رومیوں کے خلاف بہت سی جنگیں لڑیں۔ اس نے قبرص پر حملہ کیا اور خراج و صول کیا، لیکن مکمل فتح حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے جرنیلوں نے اسلام کو شہلی افریقیہ اور سلطی ایشیا میں پھیلایا۔ اس نے تجارت کے لیے نئی سڑکیں اور بازار تعمیر کیے۔ تاجر بغداد سے چین جاتے تھے۔

لیکن ہارون کو اپنے آخری دنوں میں کچھ پریشانیوں کا سامنا کرناضا۔ اس کے دو بیٹوں امین اور مامون نے خلافت کی جائشیں کے لیے لڑنا شروع کر دیا۔ ہارون نے جائشیں کے لیے سلطنت کو دو حصوں میں تقسیم کیا، جس سے بعد میں غانہ جنگی شروع ہو گئی۔ وہ یہاں ہو گیا اور خراسان میں بغاوت کو دبانے کے راستے میں ہی فوت ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد امین خلیفہ بنے لیکن مامون کے ساتھ جنگ میں انہیں شکست کا سامنا کرناضا۔

ہارون الرشید کی حکومت اسلامی تاریخ کا سنہری دور تھا۔ وہ انصاف پسند، علم رکھنے والے اور اسلام سے وابستہ تھے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ ریاست اس وقت خوشحال ہوتی ہے جب قیادت میں علم، انصاف اور مذہب سے محبت ہوتی ہے۔

#### اشارہ برائے حوالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، ج ۸، ص ۳۳۰-۳۰۰
- ابن کثیر، البداية والنهاية، ج ۱۰، ص ۲۳۰-۲۰۰
- مسعودی، سروج الذہب، ج ۳، ص ۱۲۰-۱۰۰
- یعقوبی، تاریخ یعقوبی، ج ۳، ص ۲۷۰-۲۵۰

1. ہارون الرشید کس خلیفہ کے بیٹے تھے؟
2. ہارون الرشید کو کس لقب سے یاد کیا جاتا تھا؟
3. ہارون الرشید نے علم کے فروغ کے لیے کون سا ادارہ قائم کیا؟
4. ہارون الرشید کے دور میں بغداد کیا شہر بن گیا تھا؟
5. ہارون الرشید کے بعد خلافت کے لیے کن دو بیٹوں میں اختلاف ہوا؟

6. ہارون الرشید کی حکومت کو اسلامی تاریخ میں کس دور کے طور پر یاد کیا جاتا ہے؟

---



(49)

## امام ابوحنیفہ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور فقیر حنفی کا قصہ

دوسری صدی ہجری میں کوفہ میں ایک عظیم عالم پیدا ہوئے۔ ان کا نام نعمان بن ثابت تھا، جو امام ابوحنیفہ<sup>ؓ</sup> کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ فقہ اسلامی کے علمبردار اور حنفی مکتب فلکر کے بانی تھے۔ یہ کہانی ہمیں سمجھاتی ہے کہ ہمیں علم اور صبر کے ساتھ اسلام کی خدمت کرنی ہے۔ امام ابوحنیفہ<sup>ؓ</sup> 81 ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ایک تاجر تھے۔ بچپن میں انہوں نے قرآن حفظ کیا اور حدیث سیکھنا شروع کر دی۔ انہوں نے فقہ کی تعلیم کوفہ کے مشہور عالم حماد بن ابی سلیمان سے حاصل کی۔ وہ اتنے عقائد ہو گئے کہ لوگ انہیں "امام اعظم" (عظیم امام) کہتے تھے۔

امام ابوحنیفہ<sup>ؓ</sup> نے فقہ کا ایک نیا نظام تبلیغ کیا۔ انہوں نے قرآن، حدیث، صحابہ کرام کی آراء اور دلائل کو اسلامی قانون کا حل پیش کرنے کے لیے استعمال کیا۔ وہ اپنے شاگردوں کی مشاورت سے فتوےٰ جاری کرتے تھے۔ ان کے دو اہم شاگردوں امام ابویوسف اور امام محمد بن ان کی تعلیمات کو پھیلایا۔ ان کا طریقہ "حنفی مذہب" کے نام سے جانا جانے لگا۔

امام ابوحنیفہ<sup>ؓ</sup> بہت انصاف پسند تھے۔ انہوں نے بھارت کی، لیکن کبھی غیر منصفانہ منافع نہیں کیا۔ انہوں نے غریبوں کی مدد کی اور اپنی جائیداد عطیہ کی۔ وہ اموی اور عباسی خلفاء کے دور میں رہتے تھے، لیکن انہوں نے کبھی خلیفہ کے ظلم سے اتفاق نہیں کیا۔ انہوں نے قاضی کا مقام قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ حق کی راہ پر قائم رہنا چاہتے تھے۔

عباسی خلیفہ منصور نے انہیں قاضی کا عہدہ پیش کیا، لیکن امام ابو حنفیہؓ سے متفق نہیں تھے۔ اسی لیے انہیں جیل بھیج دیا گیا۔ وہ جیل میں بیمار ہو گئے اور 150 ہجری میں وفات پائی۔ ان کے جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ انہیں بغداد میں دفن کیا گیا۔

امام ابو حنفیہؓ کے حنفی مکتب فکر پر آج بھی دنیا بھر کے بہت سے مسلمان عمل پیرا ہیں۔ وہ عقائد، صبر کرنے والے اور اسلام کے سچے خادم تھے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ اگر کوئی شخص علم اور سچائی کی راہ پر گام زن ہو تو اسلام کی خدمت کی جا سکتی ہے۔

#### اشارہ برائے حوالہ جات:

- ابن کثیر، المبدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۱۱۰-۱۳۰
- ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۳۵۰-۳۶۵
- امام ابو یوسف، کتاب الحصر، ص ۱۰-۲۵
- خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، جلد ۱۳، ص ۳۲۰-۳۴۰

1. امام ابو حنفیہؓ کا اصل نام کیا تھا؟

2. امام ابو حنفیہؓ نے فقہ کی تعلیم کس استاد سے حاصل کی؟

3. امام ابو حنفیہؓ کے دو مشہور شاگردوں کے نام کیا تھے؟

4. امام ابو حنفیہؓ نے قاضی کا عہدہ کیوں قبول نہیں کیا؟

5. امام ابو حنفیہؓ کی وفات کس ہجری سال میں ہوئی؟

6. امام ابو حنفیہؓ کو کہاں دفن کیا گیا؟

(50)

## امام مالکؓ اور مالکی فقہ کا قصہ

مدینہ منورہ میں دوسری صدی ہجری میں ایک عظیم عالم پیدا ہوئے۔ ان کا نام مالک بن انس تھا، جو امام مالکؓ کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ فقہ اسلامی کے ایک عظیم امام اور مالکی مکتب فکر کے بانی تھے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ حدیث اور حق سے محبت اسلام کی طرف لے جاتی ہے۔

امام مالکؓ 93 ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان ان عقائد اور مذہبی تھا۔ بچپن میں انہوں نے قرآن حفظ کیا اور حدیث سیکھنا شروع کر دی۔ انہوں نے مدینہ منورہ کے مشہور علماء جیسے نافع اور ابن شہاب زہری سے تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے اہل مدینہ کے طرز زندگی سے بھی سیکھا کیونکہ مدینہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر تھا۔

امام مالکؓ نے اپنی زندگی حدیث کی تالیف کے لیے وقف کر دی۔ انہوں نے حدیث کی ایک مشہور کتاب "موطا" لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے قرآن، حدیث اور اہلی مدینہ کے اعمال کی بنیاد پر فقہ کے اصول بیان کیے۔ ان کا "موطا" عالم اسلام کے اوپرین اور معترض حدیثیں جمیع میں سے ایک تھا۔ وہ صرف صحیح احادیث جمع کرتے تھے اور بڑی احتیاط سے فتوے دیتے تھے۔

امام مالکؓ بہت عاجز اور صبر کرنے والے تھے۔ وہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے، "علم سیکھنے کے لیے، آپ کو عاجزی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔" ہزاروں طالب علم ان کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے آئے تھے۔ وہ مسجد نبوی میں درس دیا کرتے تھے، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ ان کی تعلیمات شمالی افریقہ اور اسپین تک پھیل گئیں۔ ان کی فقہ "مالکی مذہب" کے نام سے مشہور ہوئی۔

امام مالکؓ اموی اور عباسی خلفاء کے دور میں رہتے تھے۔ انہوں نے ظلم سے کبھی اتفاق نہیں کیا۔ عباسی خلیفہ منصور نے انہیں بغداد بلایا، لیکن انہوں نے مدینہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ وہ کہا

کرتے تھے کہ "میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں رہوں گا اور اسلام کی خدمت کروں گا۔" 179 "ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ انہیں جنتِ البقیع میں سپردِ خاک کیا گیا۔ امام مالکؓ کے مالکی مذہب کی پیروی آج بھی شامی افریقیہ اور دیگر جگہوں پر کی جاتی ہے۔ وہ حدیث کے حقیقی محافظ اور اسلام کے ایک بڑے عالم تھے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ حدیث اور حق سے محبت اسلام کی طرف لے جاتی ہے۔

### اشارہ برائے حوالہ جات:

- ابن کثیر، البدايی والنهایی، ج ۱۰، ص ۱۶۰-۱۸۰
- ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۱۵
- امام مالک، موطأ، تعارف، ص ۱۰
- ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۸، ص ۱۰۰-۱۲۰

1. امام مالکؓ کا اصل نام کیا تھا؟
2. امام مالکؓ نے حدیث کی کون سی مشہور کتاب لکھی؟
3. امام مالکؓ نے تعلیم کہاں حاصل کی؟
4. امام مالکؓ نے درس کہاں دیا کرتے تھے؟
5. امام مالکؓ نے بغداد جانے سے کیوں انکار کیا؟
6. امام مالکؓ کو کہاں دفن کیا گیا؟

(51)

## امام شافعیؓ اور شافعی فقہ کا قصہ

دوسری صدی ہجری میں غزہ میں ایک عظیم عالم پیدا ہوئے۔ ان کا نام محمد بن ادریس شافعی تھا، جو امام شافعیؓ کے نام سے مشہور تھے۔ وہ فقہ اسلامی کے ایک عظیم امام اور شافعی مکتب فکر کے بنی تھے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے سخت محنت اور سچائی سے محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔

امام شافعیؓ 150 ہجری میں غزہ میں پیدا ہوئے، لیکن ان کا بچپن مکہ مکرمہ میں گزار۔ ان کا تعلق قریش کے معزز خاندان سے تھا۔ بچپن میں ان کا خاندان بہت غریب تھا، لیکن ان کی والدہ نے انہیں علم کی راہ پر گامزن کیا۔ انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کے علماء سے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدینہ چلے گئے اور امام بالکؒ سے موطاگی تعلیم حاصل کی۔

امام شافعیؓ بہت علم رکھنے والے اور مطلق پر عبور رکھنے والے تھے۔ وہ بغداد گئے اور امام ابوحنیفہؓ کے شاگردوں سے فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے قرآن، حدیث، صحابہ کرام کی آراء اور دلائل کو یکجا کر کے فقہ کا ایک نیا نظام تشکیل دیا۔ انہوں نے "الام" کے نام سے ایک مشہور کتاب لکھی، جس میں ان کے فقہی اصول درج ہیں۔ ان کا طریقہ "شافعی فقہی مکتب" فکر " کے نام سے جانا جانے لگا۔

امام شافعیؓ بہت عاجزاً اور پرہیز گار تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ "اسلام کو علم کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔" انہوں نے اپنے شاگردوں کو حدیث کا احترام کرنا سکھایا۔ انہوں نے مکہ مکرمہ، بغداد

اور مصر میں درس و تدریس کی۔ ان کی تعلیمات مشرقی ایشیا، شمالی افریقہ اور جزیرہ نما عرب میں پھیل گئیں۔ وہ علماء سے گنتگو کیا کرتے تھے اور ہمیشہ حق کے ساتھ کھڑے رہتے تھے۔

امام شافعیؓ عباسی خلفاء کے دور میں رہتے تھے۔ انہوں نے ظلم سے کبھی اتفاق نہیں کیا۔ انہیں ایک بار بغاوت کے الزام میں جیل بھیجا گیا تھا، لیکن بعد میں انہیں بری کر دیا گیا۔ انہوں نے اپنی باقی زندگی مصر میں گزاری۔ 204 مجری میں مصر میں وفات پائی۔ انہیں فسطاط (قدیم قاہرہ) میں سپردِ خاک کیا گیا۔ ان کے جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

امام شافعیؓ کے شافعی مکتب فکر کی پیروی آج بھی بہت سے مسلمان کرتے ہیں۔ وہ عقائد، عادات اور اسلام کے سچ خادم تھے۔ یہ قصہ ہمیں سکھاتا ہے کہ علم، حدیث اور محبت اسلام کی راہ کی رہنمائی کرتی ہے۔

#### اشارہ برائے حوالہ جات:

- ابن کثیر، السبدایہ والنهایہ، ج ۱۰، ص ۲۵۰-۲۷۰
- ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۱۰۰-۱۲۰
- امام شافعی، الام، تعارف، ص ۱۵-۱۵
- ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۵۰-۷۰

1. امام شافعیؓ کا اصل نام کیا تھا؟
2. امام شافعیؓ نے قرآن کتنی عمر میں حفظ کیا؟
3. امام شافعیؓ نے حدیث کی تعلیم کس امام سے حاصل کی؟
4. امام شافعیؓ نے فقہ کی کون سی مشہور کتاب لکھی؟
5. امام شافعیؓ کو کس شہر میں دفن کیا گیا؟
6. امام شافعیؓ کا فقہی طریقہ کس نام سے مشہور ہوا؟

(52)

## امام احمد بن حنبل<sup>ؓ</sup> اور حنبلی فقہ کا قصہ

تیسرا صدی ہجری کے اوائل میں بغداد میں ایک عظیم عالم پیدا ہوئے۔ ان کا نام احمد بن محمد بن حنبل تھا، جو امام احمد بن حنبل<sup>ؓ</sup> کے نام سے مشہور تھے۔ وہ حدیث کے بہت بڑے محافظ اور حنبلی مکتب فکر کے بانی تھے۔ یہ کہانی ہمیں تجھ کے لیے ثابت قدم رہنا سکھاتی ہے، بھلے ہی خطرہ آجائے۔

امام احمد<sup>ؓ</sup> 164 ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان مدینی تھا۔ جب وہ جوان تھے تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا، لیکن ان کی والدہ نے انہیں علم کی راہ پر گامزن کیا۔ انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا اور بغداد کے علماء سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے امام شافعی<sup>ؓ</sup> کے ساتھ بھی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے ہزاروں احادیث کو حفظ کیا اور "مسند احمد" کے نام سے ایک مشہور احادیث کا مجموعہ تیار کیا۔

امام احمد<sup>ؓ</sup> نے فقہ کا ایک ایسا نظام وضع کیا جس میں انہوں نے قرآن و حدیث کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اسلام کو حدیث کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔ ان کی فقہ "حنبلی مکتب فکر" کے نام سے مشہور ہوئی۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو سکھایا کہ صحیح حدیث کی بنیاد پر فتوے جاری کیے جائیں۔ ان کی تعلیمات جزیرہ نما عرب اور دیگر مقامات پر پھیل گئیں۔ امام احمد<sup>ؓ</sup> کی زندگی میں ایک بڑا متحان تھا۔ عباسی خلفاء مامون اور معتصم نے "امتحان خلقی" قرآن<sup>ؓ</sup> کے نام سے ایک تحریک شروع کی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن تخلیق کیا گیا ہے، نہ کہ غیر تخلیق شدہ۔ امام احمد<sup>ؓ</sup> اس نظریے کے خلاف کھڑے ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ قرآن اللہ کا

کلام ہے، اسے پیدا نہیں کیا گیا۔ اسی لیے انہیں جبل بھیجا گیا۔ انہیں کوڑے مارے گئے، لیکن انہوں نے سچائی کو نہیں چھوڑا۔ ان کے صبر نے مسلمانوں کے لیے ایک مثال قائم کی۔

بعد میں خلیفہ متوكل نے "امتحان خلق قرآن" کو بنڈ کر دیا اور امام احمدؓ کو آزاد کر دیا۔ وہ بغداد واپس آئے اور درس و تدریس کا آغاز کیا۔ ان کی وفات 241 ہجری میں بغداد میں ہوئی۔ ان کے جنازے میں تقریباً آٹھ لاکھ مرد اور ساتھ ہزار خاتون شریک ہوئیں۔ انہیں بغداد میں دفن کیا گیا۔

امام احمدؓ کے حلبلی مکتبِ فکر کی بیرونی آج بھی بہت سے مسلمان کرتے ہیں۔ وہ حدیث کے حافظ، حق کے پرزور حامی اور اسلام کے ایک عظیم عالم تھے۔ یہ کہانی ہمیں سچائی کے لیے لڑنا سکھاتی ہے، بھلے ہی زندگی خطرے میں ہو۔

#### اشارہ برائے حوالہ جات:

- ابن کثیر، البدایہ والنبایہ، ج ۱، ص ۱۰۰—۱۲۰
- ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۲۰۰—۲۳۰
- منند احمد، تعارف، ص ۱۵—۱۵۰
- ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۱۷۰—۱۵۰

1. امام احمد بن حنبلؓ کا اصل نام کیا تھا؟
2. امام احمدؓ نے حدیث کا کون سا مشہور مجموعہ تیار کیا؟
3. امام احمدؓ نے فقہ میں کس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت دی؟
4. "امتحان خلق قرآن" میں امام احمدؓ نے کیا موقف اختیار کیا؟
5. امام احمدؓ کو جبل سے کس خلیفہ نے آزاد کیا؟
6. امام احمدؓ کی وفات کس شہر میں ہوئی؟

(53)

## امون الرشید اور عباسی خلافت میں علم کے عروج کا قصہ

تیسرا صدی ہجری کے آغاز میں عباسی خلافت علم و سائنس کا دنیا کا سب سے بڑا مرکز بن پہنچی۔ ہارون الرشید کے بیٹے خلیفہ مامون الرشید کے دور حکومت میں بغداد نے علم کی روشنی پھیلائی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ علم کی محبت اسلامی ریاست کو عظیم بناتی ہے۔

مامون الرشید 170 ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے بھائی امین کے ساتھ خلافت کی جنگ لڑی۔ 195 ہجری میں فتح حاصل کی اور 198 ہجری میں خلافت کی بیعت عام ہوئی۔ وہ بہت علم رکھتے تھے اور سائنس میں دلچسپی رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ علم اللہ کا تحفہ ہے، اسے سب کے لیے پھیلانا چاہیے۔ انہوں نے اپنے والد ہارون الرشید کے قائم کردہ "بیت الحکمہ" کو وسعت دی اور اسے تحقیقی مرکز میں تبدیل کیا۔

بیت الحکمہ ایک بہت بڑا کتب خانہ اور تحقیقی مرکز تھا۔ مامون نے یونانی، فارسی، ہندوستانی اور چینی کتابیں جمع کیں۔ انہوں نے مشہور متر جمین کو بلایا اور ان کا عربی میں ترجمہ کر دیا۔ فلسفے، ریاضی، فلکیات اور طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے علماء بغداد آئے۔ مشہور سائنسدان الخوارزمی نے ریاضی کی ایک کتاب لکھی جس سے لفظ "الجبرا" "أخذ کیا گیا۔ حسین بن اسحاق نے یونانی فلسفیوں کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

مامون خود علم کی بحث میں حصہ لیتے تھے۔ انہوں نے بغداد میں ایک رصدگاہ تعمیر کی جہاں علام ستاروں کا مشاہدہ کرتے تھے۔ انہوں نے زمین کے دائرے کی پیمائش کے لیے ایک ٹیم بھیجی۔

ان کے دور میں اسلامی علوم دنیا میں آگے بڑھے۔ وہ علماء کا احترام کرتے تھے اور ان کے لیے وظائف مقرر کرتے تھے۔

لیکن مامون کے دور حکومت میں کچھ مسائل بھی تھے۔ انہوں نے "امتحانِ خلقِ قرآن" کے نام سے ایک تحریک شروع کی، جس میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ قرآن تخلیق کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل اس نظریے کے خلاف تھے۔ مامون نے امام احمد بن حنبل کو حبیل بھیج دیا۔ اس واقعے نے بہت سے مسلمانوں کو غمزدہ کر دیا۔ مامون نے رومیوں کے خلاف جنگ کی اور بہت سے مقامات کو فتح کیا۔ لیکن وہ اپنی آخری زندگی میں بیمار ہو گئے اور 218 ہجری میں طرسوس (موجودہ ترکی) میں وفات پائی۔

مامون الرشید کی حکومت اسلامی علم کا سنہری دور تھا۔ وہ علم رکھنے والے، دوراندیش اور اسلام سے وابستہ تھے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ علم اور سائنس سے محبت اسلامی ریاست کو عظیم بناتی ہے۔

### اشارہ برائے حوالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، ج ۹، ص ۱۰۰-۱۲۰
- ابن کثیر، البدا و النہایہ، ج ۱۰، ص ۲۷۰-۲۹۰
- مسعودی، مسروج الذہب، ج ۳، ص ۲۰۰-۲۲۰
- یعقوبی، تاریخ یعقوبی، ج ۳، ص ۳۰۰-۳۲۰

1. مامون الرشید کس خلیفہ کے بیٹے تھے؟

2. مامون الرشید نے علم کے لیے کون سا ادارہ وسعت دی؟

3. "اجبرا" کا لفظ کس سائنسدان کی کتاب سے آیا؟
4. مامون الرشید نے ستاروں کے مشاہدے کے لیے کیا تعمیر کروایا؟
5. مامون الرشید نے قرآن کے بارے میں کون سی تحریک شروع کی؟
6. مامون الرشید کی وفات کہاں ہوئی؟
- 



(54)

## بغداد کی تباہی: ہلاکو خان کے حملے کی کہانی

ساتویں سو اٹھاونیں بھری (1258ء) میں عالمِ اسلام کے قلب بغداد میں ایک ہولناک واقعہ پیش آیا۔ منگول رہنماء ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا اور شہر کو تباہ کر دیا۔ یہ واقعہ عباسی خلافت کے خاتمے اور اسلامی علم کے ایک بڑے تقصیان کی علامت تھا۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ اختلاف اور کمزوری ریاست کو تباہ کر دیتی ہے۔

بغداد اسلامی دنیا کا دار الحکومت تھا۔ اس پر عباسی خلیفہ مستعصم بالله کی حکومت تھی۔ لیکن اس کی حکمرانی کمزور تھی۔ مسلم ریاست کے اندر اختلافات اور فرقہ وارانہ کشمکش میں اضافہ ہوا۔ اس وقت مگر، جو وسطیٰ ایشیا کا ایک طاقتور گروہ تھا، عالمِ اسلام کے قریب پہنچ رہا تھا۔ ان کا رہنا ہلاکو خان تھا، جو چنگیز خان کا پوتا تھا۔

ہلاکو خان نے سب سے پہلے کچھ فارسی شہروں کو تباہ کیا۔ اس نے خلیفہ بغداد کو لکھا کہ ہتھیار ڈال دو ورنہ شہر تباہ ہو جائے گا۔ لیکن خلیفہ مستعصم نے اس خطرے کو سنجید گی سے نہیں لیا۔ اس نے اپنی فوج کو مضبوط نہیں کیا۔ ہلاکو نے 1258ء میں ایک بڑی فوج کے ساتھ بغداد کا محاصرہ کیا۔ اس کے ساتھ ہزاروں منگول فوجی اور جدید ہتھیار بھی تھے۔

منگول بغداد کی دیواروں کو توڑ کر شہر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے مساجد، لا بیری یوں اور گھروں کو تباہ کیا۔ بیت الحکمہ کی لاکھوں کتابیں دریائے دجلہ میں پھینک دی گئیں۔ دریا کا پانی سیاہی سے کالا ہو گیا۔ ہزاروں مسلمان، علماء اور عام لوگ شہید ہوئے۔ خلیفہ مستعصم اور اس کے خاندان کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔ اس سے عباسی خلافت کا خاتمه ہوا۔

بغداد کی تباہی مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا المیہ تھا۔ بغداد، جو صدیوں سے علم کا مرکز رہا تھا، مٹی میں بدل گیا۔ لیکن مسلمانوں نے بہت نہیں ہاری۔ بعد میں، عباسی خلافت مصر میں مملوک سلطنت کے تحت علامتی طور پر دوبارہ شروع ہوئی، اگرچہ صرف نام کے طور پر۔ ہلاکو کے بعد ان کے پوتے غازان خان نے اسلام قبول کیا اور مسلم ریاست کا حصہ بن گئے۔

بغداد کا واقعہ مسلمانوں کے لیے ایک سبق ہے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ جب مسلمانوں میں اتحاد اور طاقت نہیں ہوتی تو دشمن فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پھر بھی مسلمان اپنے علم اور ایمان کے ساتھ دوبارہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

### اشارہ برائے حوالہ جات:

- تاریخ طبری، تاریخ الاسم والملوک، ج ۱۳، ص ۲۰۰-۲۲۰
- ابن کثیر، البدايہ والنہایہ، ج ۱۳، ص ۲۰۰-۲۳۰
- ابن اثیر، الکامل فیالتاریخ، ج ۱۲، ص ۳۵۰-۳۷۰
- رشید الدین فضل اللہ، حبامع التواریخ، ج ۲، ص ۱۵۰-۱۷۰

1. ہلاکو خان نے بغداد پر کس ہجری سال میں حملہ کیا؟

2. بغداد پر حملے کے وقت کون خلیفہ تھا؟

3. ہلاکو خان کس مشہور منگول رہنماؤ کا پوتا تھا؟

4. بیت الحکمر کی کتابوں کو کہاں پھینکا گیا؟

5. بغداد کی تباہی کے بعد عباسی خلافت علامتی طور پر کہاں دوبارہ شروع ہوئی؟

6. ہلاکو خان کے پوتے غازان خان نے بعد میں کیا کیا؟

(55)

## مملوک سلطنت کے عروج اور صلاح الدین ایوبی کی فتوحات کی کہانی

چھٹی صدی ہجری میں جب مسلم دنیا منگلوں اور صلیبیوں کے حملے سے تباہ ہو رہی تھی، تو مصر میں ایک نئی طاقت ابھری۔ یہ مملوک سلطنت تھی۔ اس دور کے عظیم ہیرودز میں سے ایک صلاح الدین ایوبی تھے، جنہوں نے یروشلم کو فتح کیا اور مسلمانوں کی عظمت کو واپس لایا۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ ہمت، انصاف اور اتحاد سے عظیم فتوحات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ مملوک غلام سپاہی تھے جنہیں مصر کے ایوبی حکمرانوں نے ترک اور سلطنت ایشیائی علاقوں سے خرید اتحاد اور فوج میں تربیت دی تھی۔ وہ جنگ میں بہت بہادر اور ماہر تھے۔ 648ھ (1250ء) میں منگلوں کے حملے کے دوران ایوبی سلطانوں کی حکومت کمزور ہو گئی۔ مملوک جرنیلوں نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور ان میں سے پہلا سلطان عز الدین ایوب تھا۔ اس طرح مملوک سلطنت کا آغاز ہوا۔

لیکن اس کہانی کا اصل ہیرود صلاح الدین ایوبی ہے، جو مملوکوں سے پہلے مصر اور شام میں ایوبی خاندان کا رہنمایا تھا۔ صلاح الدین 532ھ (1137ء) میں تکریبت، عراق میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق کردنسل سے تھا اور ان کے والد ایک جرنیل تھے۔ صلاح الدین چھوٹی عمر سے ہی بہادر اور پرہیز گار تھے۔ انہوں نے دمشق میں پروردش پائی اور مارشل آرٹس اور اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کی۔

صلاح الدین اپنے چچا شیر کوہ کے ساتھ مصر گئے اور فاطمی خلافت کے خلاف لڑے۔ شیر کوہ کی موت کے بعد صلاح الدین مصر کے حکمران بنے۔ انہوں نے مصر میں سنی اسلام کو بحال کیا اور ایوبی خاندان کی طاقت میں اضافہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں مسلمانوں کو جمع کروں گا اور صلیبیوں کے خلاف لڑوں گا۔ انہوں نے شام، بیکن اور شمالی افریقہ کے کچھ حصوں کو فتح کیا۔ صلاح الدین کی سب سے بڑی فتح جنگ طین (583ھ/1187ء) تھی۔ انہوں نے صلیبیوں کے خلاف ایک بڑی فوج کے ساتھ جنگ لڑی۔ ان کی فوجوں نے صلیبیوں کو شکست دی اور یروشلم کے بادشاہ گائی پر قبضہ کر لیا۔ اس فتح کے بعد صلاح الدین نے یروشلم فتح کر لیا۔ انہوں نے عیسائیوں پر مہربانی کا مظاہرہ کیا اور انہیں بحفاظت جانے کی اجازت دی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام امن اور انصاف کا نہ ہب ہے۔

لیکن صلیبیوں نے بہت نہیں ہاری۔ انگلستان کے بادشاہ رچڈ شیر دل تیری صلیبی جنگ کے ساتھ آیا۔ صلاح الدین نے اس کے ساتھ کئی جنگیں لڑیں۔ آخر کار، انہوں نے ایک امن معاهدے پر بات چیت کی جس کے تحت یروشلم مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا، لیکن عیسائیوں کو زیارت کی اجازت دی گئی۔ صلاح الدین نے 589ھ (1193ء) میں دمشق میں وفات پائی۔ اپنی موت کے وقت ان کے پاس بہت کم ملکیت تھی، کیونکہ انہوں نے سب کچھ راہِ خدا میں

دے دیا تھا۔

ملوک بعد میں صلاح الدین کے نقش قدم پر چل پڑے۔ انہوں نے منگلوں کے خلاف جنگ عین جاولت (658ھ/1260ء) میں فتح حاصل کی۔ مصر اور شام میں مملوک سلطنت طاقتور ہو گئی۔ صلاح الدین اور مملوکوں کی کہانی مسلمانوں کے لیے ایک عظیم مثال ہے۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ جرات اور انصاف کے ساتھ مسلمان عظیم فتوحات حاصل کر سکتے ہیں۔

### ؛ اشارہ برائے حوالہ جات

- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۱۲، ص ۲۰۰-۲۵۰
- ابن اثیر، الکامل فیالتاریخ، ج ۱۱، ص ۳۵۰-۳۰۰
- بہاءالدین بن شداد، السیرۃ النوریہ، ص ۱۰۰-۱۵۰
- مقریزی، السلوک لمعرفة دول الملوک، جلد ۱، ص ۱۵۰-۱۸۰

1. صلاح الدین ایوبی کہاں پیدا ہوئے تھے؟
2. صلاح الدین نے کس جنگ میں صلیبیوں کو شکست دی؟
3. صلاح الدین نے یروشلم کے بادشاہ کا کیا نام تھا؟
4. صلاح الدین نے مصر میں کون سا اسلامی فرقہ بحال کیا؟
5. مملوکوں نے منگولوں کے خلاف کون سی جنگ میں فتح حاصل کی؟
6. صلاح الدین کی وفات کس شہر میں ہوئی؟



